عقیدہ عود روح اور قائلین کی خیانتیں

ابن وحید

اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنی کتاب کی حفاظت کی اور اپنے دین کی بھی حفاظت کی۔ شیطان بھی اپنی کوشش میں مصروف رہا اور بالآخر عقیدہ خلق القرآن کے ہیرو امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں موجود ضعیف روایات کو عقیدے میں بھی ماننے لگے اور عجیب و غریب عقائد کا پرچار کرنے لگ گئے۔ ان کے ان بدعتی عقائد کی کچھ جھلک دیکھ سکتے ہیں

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

وہ (امام احمد) کہا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

(بحوالہ کتاب فیہ اعتقاد الإمام أبي عبداللہ احمد بن حنبل –المؤلف: عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی الناشر: دار المعرفة–بیروت)

امام احمد فتوی دینے لگے کہ ایمانیات میں سے ہے کہ

والإيمان بمنكر ونكير وعذاب القبر والإيمان بملك الموت يقبض الأرواح ثم ترد في الأجساد في القبور فيسألون عن الإيمان والتوحيد

ایمان لاو منکر نکیر اور عذاب قبر پر اور موت کے فرشتے پر کہ وہ روحوں کو قبض کرتا ہے پھر جسموں میں لوٹاتا ہے قبروں میں پس سوال کیا جاتا ہے ایمان اور توحید پر (بحوالہ طبقات الحنابلة کاملًا لابی یعلی الحنبلی)

امام احمد نے روز محشر عرش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھائے جانے کا غلو کا عقیدہ اختیار کیا۔ القاضی أبو یعلی، محمد بن الحسین بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى: 458ھ) کتاب إبطال التأويلات لأخبار الصفات میں لکھتے ہیں

ونظر أَبُو عبد اللَّه فِي كتاب الترمذي، وقد طعن عَلَى حديث مجاهد فِي قوله: {عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا} فَقَالَ: لَمْ هَذَا عَن مجاهد وحده هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وقد خرجت أحاديثا فِي هَذَا، وكتبها بخطه وقرأها

اور ابو عبد للہ امام احمد نے ترمذی کی کتاب دیکھی اور اس نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائے جانے کی) مجاہد کی حدیث پر طعن کیا اس قول عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا کے حوالے سے پس امام احمد نے کہا مجاہد پر ہی کیوں؟ ایسا ابن عباس سے بھی مروی ہے اور اس کی احادیث نکالیں اور ان کو بیان کیا

اس وقت سے لے کر آج تک حنابلہ کا ان عقائد پر اجماع ہے کہ یہ امام احمد کے ہی ہیں

مصیبت کو بھانپتے ہوئے امام بخاری نے کتاب خلق افعال العباد لکھی اور بتایا کہ مشہور امام احمد کا خلق قرآن کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے۔ قرآن کی قرات اور تلفظ مخلوق ہے۔ اس پر امام احمد نے ان کے خلاف فتوی دیا

امام احمد کے اپنے بیٹے عبد اللہ بن احمد اپنی كتاب السنة میں لکھتے ہیں

سألت أبي رحمه الله قلت : ما تقول في رجل قال : التلاوة مخلوقة وألفاظنا بالقرآن مخلوقة والقرآن كلام الله عز وجل وليس بمخلوق ؟ وما ترى في مجانبته ؟ وهل يسمى مبتدعا ؟ فقال : » هذا يجانب وهو قول المبتدع ، وهذا كلام الجهمية ليس القرآن بمخلوق

میں نے اپنے باپ احمد سے پوچھا: آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ہمارے الفاظ مخلوق ہیں اور قرآن اللہ عز و جل کا کلام غیر مخلوق ہے ـ اس کے قریب جانے پر آپ کیا کہتے ہیں اور کیا اس کو بدعتی کہا جائے گا؟ امام احمد نے جواب میں کہا اس سے دور رہا جائے اور یہ بدعت والوں کا قول ہے اور الجہمیة کا قول ہے۔ قرآن مخلوق نہیں

امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح میں امام احمد سے عقیدے پر ایک روایت بھی نہیں لکھی۔ بلکہ تاریخ سے متعلق صرف ایک روایت باب كم غزا النبي صلى الله عليه و سلم (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی غزوات لڑیں؟) میں امام احمد اور اپنے درمیان ایک راوی ڈالنے کے بعد لکھی اور رہتی دنیا کے لئے ایک مثال چھوڑ دی۔

یہ تھی امام بخاری کی نظر میں امام احمد کی حیثیت!

وقت گزرتا گیا اور اس حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی رہی کہ امام بخاری، امام احمد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری نے انبیاء کے اجسام کے باقی رہنے والی روایت اور ان پر درود و سلام پیش ہونے والی روایت کا رد کیا۔ عود روح کی روایت کو تو سرے سے الجامع صحیح تو کجا، اپنی کسی بھی تصنیف میں بیان ہی نہیں کیا۔

الغرض محدثین میں ہی دو گروہ ہوئے ایک ضعیف روایت کو رائے پر ترجیح دیتے دیتے اس کو عقیدے میں بھی قبول کرنے لگ گیا اور دوسرا گروہ صرف صحیح روایت کو عقیدے کا حصہ بناتا اور اس طرح وہ احقاق حق کرتے رہے اور دین کی صحیح تعبیر کرتے رہے۔

امام احمد کے ان عقائد باطلہ کو علماء کا ایک گروہ درجہ قبولیت دیتا رہا اور امام احمد کو شیعوں کی طرح امام معصوم بنا دیا گیا اور کے دفاع کا حق ادا کیا جن میں امام ابن تیمیہ ان کے شاگرد ابن قیم اور پھر ابن کثیر اور ابن حجر وغیرہ ہیں

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے ۸۰ کی دھائی میں عود روح کے عقیدے کا باطل ہونا واضح کیا-اس وقت سے گمراہ فرقوں نے ان کے رد میں کتابیں لکھیں- جھوٹی باتیں پھیلائیں، کبھی کہا یہ سستی شہرت چاہتے ہیں کبھی کہا کہ یہ نبوت کا دعوی -کرنے والے ہیں اور آخر کار ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور وہ اپنے خالق کے پاس چلے گئے

ان کی وفات کے بعد ایک شر پسند ابو جابر دامانوی ظاہر ہوا اور اپنے مکروہ عقائد پھیلانے لگا-اس سلسلے میں اس نے کتاب دین الخالص قسط اول اور دوم لکھی-اس میں ایک عقیدہ پیش کیا، چند سال بعد ایک اور کتاب لکھی اس میں دوسرا عقیدہ پیش کیا اور پچھلی کتابوں کو غائب کر دیا حتی کہ ان کتابوں کا پی ڈی ایف بھی اہل حدیثوں کی ویب سائٹ پر سوچی سمجھی سازش کے تحت نہیں ڈالا گیا - سچ ہے کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے، لہٰذا پینترے پہ پینترا بدلتا رہا اور ہر کتاب میں نیا عقیدہ پیش کرتا رہا-

حال ہی میں ایک کتاب اس کے شاگرد بنام ارشد کمال نے لکھی اس میں ایک ضعیف روایت کی بنیاد پر رب العالمین کے چہرے کو سورج کی طرح روشن کہا اور اپنے خالق کو مخلوق سے تمثیل دینے کا مرتکب ہوا اور اپنا شمار مجسمیہ (اللہ کی تجسیم کے قائل باطل گروہ) میں کر لیا- بعض روایات کو ابو جابر دامانوی صحیح کہتا رہا تھا اس کو اس کے شاگرد نے جھوٹی قرار دیا اور سب سے عجیب بات یہ کہ ان کتابوں کا ابتدائیہ انہی ابو جابر صاحب نے ہی لکھا اور خوب داد دی- ایک اور عالم محمد نورپوری اور ان کے شاگرد زبیر علی زئی نے بھی عود روح کے باطل عقیدے کے حق میں مضامین لکھے-

یہ انبوہ غیر مقلدین جمہور کا عقیدہ لینے کا قائل ہے- لہٰذا گمراہ عقائد کو جمہور کی سند پر قبول کر لیتا ہے اور اس وسیع المشربی کی بنا پر اس گروہ میں بھانت بھانت کے عقائد عود روح کے حوالے سے پائے جاتے ہیں مثلا

عقیدہ عود روح کے قائلین کا اضطراب

ان میں سے بعض کہتے ہیں

۱- عود روح بالکل نہیں ہو گا (قاری خلیل رحمان ، کتاب پہلا زینہ)

۲- روح جسم سے جڑے گی اور تعلق ہو گا جس میں روح جسم سے نکلے گی اور جب چاہے واپس بھی آئے گی (فتاوی ابن تیمیہ، کتاب الروح از ابن قیم، فتح الباری از ابن حجر، وہابی علماء، زبیر علی زئی بعض مواقع پر) یعنی بار بار عود روح ممکن ہے

۳- روح ، جنت یا جہنم میں ہی رہے گی لیکن قبر میں جسد سے تعلق ہو گا (نورپوری کا زیر تبصرہ مضمون، مقالات از زبیر علی زئی)

۴- کچھ کہتے ہیں مردہ جسد کو عذاب ہو گا بلا روح اور عود روح صرف ایک دفعہ ہو گا (مثلا کتاب الدین الخالص از ابو جابر دامانوی اور کتاب المسند فی عذاب القبر از ارشد کمال)

عود روح کی البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب ضعیف روایت

ایک نام نہاد امام احمد (غیر) مقلد عالم حافظ ابو یحیی نور پوری، مضمون حدیث عود روح اور ڈاکٹر عثمانی کی جہالتیں میں عود روح کی روایت پر لکھا

> ہے۔ اہل فن اور نقاد محدثین میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث کو ناقابل اعتبار قرار نہیں دیا۔اس کے تمام راوی جمہور محدثین کرام کے ہاں ثقہ وصدوق ہیں۔اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہی بات کافی تھی، اس پر مستزاد کہ کئی ایک محدثین نے اس کے صحیح ہونے کی صراحت بھی کر دی ہے، جیسا کہ:

پھر موصوف ایک لسٹ دیتے ہیں جس میں اس روایت کی تصحیح پر نام پیش کرتے ہیں

ابن منده (المتوفی ٣٩٥ ھ) ، حاکم نیشا پوری (المتوفی ٤٠٥ ھ)، ابو نعیم، احمد بن عبداللہ اصبہانی (المتوفی ٤٣٠ ھ)، البیہقی (المتوفی ٤٥٨ ھ)، منذری (المتوفی ٦٥٦ ھ)، ابن تیمیہ (المتوفی ٧٢٨ ھ)، ابن قیّم (المتوفی ٧٥١ ھ) ،ابیثھمی (المتوفی ٨٠٧ھ) نے عود روح کے عقیدے کا دفاع کیا

یہ لسٹ بھی اتنی مظبوط نہیں۔ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ بنِ مُحَمَّدِ بنِ يَحْيَى بنِ مَنْدَه العَبْدِيُّ الأَصْبَهَانِيُّ کے لئے الذھبی، سیر الاعلام النبلاء میں لکھتے ہیں وَ هُوَ فِي تَوَالِيفه حَاطِبُ ليلٍ (اپنی تالیفوں میں حاطب اللیل ہیں)۔ حاطب اللیل سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہر طرح کا رطب و یابس نقل کر دے۔ ابو اسمٰعیل عبد اللہ الھروی، ابو عبد اللہ محمّد بن عبد اللہ حاکم النیشابوری صاحب المستدرک کے لئے کہتے ہیں رَافضيٌّ خَبِيْث (سیر الاعلام النبلاء ج ١٢، ص ٥٧٦، دار الحدیث- القاہرۃ)۔ الذھبی کہتے ہیں قُلْتُ: كَلاَّ لَيْسَ هُوَ رافضيًّا، بل يتشيّع۔ یہ رافضی تو نہیں لیکن شیعیت رکھتے تھے۔ اِبو نُعَيْمٍ أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ أَحْمَدَ بنِ إِسحاق بن موسى بن مهران، الأَصْبَهَانِيُّ، الصُّوْفِيُّ تو خود صوفی منش آدمی ہیں ان کی تصحیح بھی فتاوی ابن تیمیہ سے لی گئے ہے جس کو بلا سند نقل کیا گیا ہے ایسے جوالوں پر نور پوری جیسے ہی خوش ہو سکتے ہیں۔ البیہقی، ابن تیمیہ نے ہاں تصحیح کی ہے لیکن وہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں جس کو ارشد کمال رد کرتے ہیں جس میں روح کو جسد میں ڈالا جاتا ہے، گرز مارا جاتا ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے، پھر دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے۔ یعنی عود روح کئی دفعہ ہوتا ہے جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ صرف پہلے والے پر ہے۔

نور پوری نے ابن حبان (المتوفی ٣٥٤ھ) کا حوالہ گول کر دیا جو زاذان کی عود روح روایت کو رد کرتے ہیں۔ صحیح ابن حبان میں ابن حبان لکھتے ہیں

وزاذان لم يسمعه من البراء اور زاذان نے البراء سے نہیں سنا

حاکم مستدرک میں اس اعتراض پر کہتے ہیں

لإجماع الأئمة الثقات على روايته عن يونس بن خباب عن المنهال بن عمرو عن زاذان أنه سمع البراء

ائمہ ثقات کا اجماع ہے کہ زاذان نے البراء سے سنا ہے یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو کی سند سے

لیکن یونس بن خباب خود ہی شدید مجروح راوی ہے یہ کہتا تھا کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا قتل کیا- ایسے غالی شیعہ راویوں سے عقیدہ لیا جائے گا؟ ابن حبان کہتے ہیں

لا يحل الرواية عنه لانه كان داعية إلى مذهبه

اس سے روایت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اپنے مذھب کی طرف دعوت دیتا ہے

ابن قیّم نے تعليقات على سنن أبي داود – تهذيب سنن أبي داود وإيضاح علله ومشكلاته كتاب ألسنة میں دعوی کیا کہ زاذان نے الْبَرَاء سے سنا ہے

وَأَمَّا الْعِلَّة الثَّالِثَة : وَهِيَ أَنَّ زَاذَان لَمْ يَسْمَعهُ مِنْ الْبَرَاء ، فَجَوَابهَا : مِنْ وَجْهَيْنِ - أَحَدهمَا : أَنَّ أَبَا عَوَانَة الْإِسْفَرَايِينِي رَوَاهُ فِي صَحِيحه ، وَصَرَّحَ فِيهِ بِسَمَاعِ زَاذَان لَهُ مِنْ الْبَرَاء فَقَالَ سَمِعْت الْبَرَاء بْن عَازِب فَذَكَرَه

ابن قیم کے بقول ابو عوانہ الْإِسْفَرَايِينِي نے صحیح میں صراحت کی ہے کہ زاذان نے البراء سے سنا ہے

الذہبی کہتے ہیں

- ابو عوانہ ، صَاحِبُ "المُسْنَدِ الصَّحِيْحِ"؛ الَّذِي خَرَّجَهُ عَلَى "صَحِيْحِ مُسْلِمٍ"، وَزَادَ أَحَادِيْثَ قَلِيْلَةً فِي أَوَاخِرِ الأَبْوَابِ

ابو عوانہ ، صَاحِبُ "المُسْنَدِ الصَّحِيْحِ ہیں جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی روایات کی تخریج کی ہے اور کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے آخری ابواب میں

یہ کتاب مستخرج إبي عوانة کے نام سے دار المعرفة–بيروت سے چھپی ہے لیکن اس میں زاذان کی البراء سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی لہذا اس سماع کی تصدیق نہیں ہو سکی- اس کے علاوہ دیگر کتب میں زاذان نے سمعت بولا ہے لیکن وہ اسناد ضعیف ہیں جن میں یونس بن خباب ہے- جن پر شدید جرح کتابوں میں موجود ہے- اس کے علاوہ جن اسناد میں سماع کا اشارہ ہے ان میں عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ سے روایت بیان ہوئی ہے
ابن حبان اس کو بھی رد کرتے ہیں کہتے ہیں

خبر الأعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سمعه الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو
الأعمش کی خبر، المنہال بن عمرو عن زاذان عن البراء سے اصل میں الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنہال بن عمرو سے ہے

جامع التحصیل میں صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفی: 761ھ) لکھتے ہیں کہ
قلت وهذا لا يتم إلا بعد ثبوت أن من دلس من التابعين لم يكن يدلس إلا عن ثقة وفيه عسر وهذا الأعمش من التابعين وتراه دلس عن الحسن بن عمارة وهو يعرف ضعفه
یہ بات کہ التابعین صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے بلا ثبوت ہے اس میں مشکل یہ ہے یہ الأعمش ہے جو التابعین میں سے ہے لیکن الحسن بن عمارة سے جو ضعیف ہے تدلیس کرتا ہے

ابن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری (المتوفی: 456ھ) اپنی کتاب المحلى بالآثار میں لکھتے ہیں کہ
وَلَمْ يَرْوِ أَحَدٌ أَنَّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ رَدَّ الرُّوحِ إلَى الْجَسَدِ إلَّا الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ
اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ عذاب القبر میں روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے سوائے الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو کے اور وہ قوی نہیں

اپنی دوسری کتاب الفصل فی الملل والأهواء والنحل میں لکھتے ہیں کہ
لِأَن فتْنَة الْقَبْر وعذابه وَالْمَسْأَلَة إِنَّمَا هِيَ للروح فَقَط بعد فِرَاقه للجسد إِثْر ذَلِك قبر أَو لم يقبر
بے شک فتنہ قبر اور عذاب اور سوال فقط روح سے ہوتا ہے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد چاہے اس کو قبر ملے یا نہ ملے

ابن حزم (المتوفی ۴۵٦ھ) جو عود روح والی روایت کو رد کرتے ہیں ان کے لئے نور پوری لکھتے ہیں کہ

حافظ ابن حزم کا جرح و تعدیل میں مقام:

ابن حزم رحمہ اللہ اگرچہ مجتہد وفقیہ تھے، لیکن بہرحال وہ متاخر تھے اور جرح و تعدیل میں ان کی حیثیت صرف ایک ناقل کی تھی۔ وہ صرف کسی متقدم امام کے قول کو بنیاد بنا کر ہی کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کے اہل تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اب موصوف خود بتائیں کہ ان کی لسٹ میں سے متقدمین کون ہیں۔ سارے متاخرین ہی ہیں۔ تیسری صدی کے اختتام کو اہل علم نے متقدمین اور متاخرین میں حد فاصل قرار دیا ہے دیکھئے مقدمہ سیر الاعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۱ بقلم بشار عواد المعروف۔ جتنے لوگ انہوں نے گنوائے ہیں سب متاخرین ہیں۔ ابن حزم ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور حاکم نیشاپوری کے ہم عصر ہیں ہے اس روایت کے سخت خلاف ہیں لہٰذا اس روایت کو رد شروع سے ہی کیا جاتا رہا
حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد احتجا جميعا بالمنهال بن عمرو و زاذان أبي عمر الكندي

یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، بے شک انہوں نے منہال بن عمرو اور زاذان ابو عمر الکندی سے احتجاج کیا ہے

عصر حاضر کے ایک عالم أبو إسحاق الحويني اپنی تالیف تسلیۃالکظیم بتخریج اِحادیث تفسیر القرآن العظیم للاِمام ابن کثیر میں کہتے ہیں (کتاب نثل النبال بمعجم الرجال الذین ترجم لہم فضیلۃالشیخ المحدث اِبواِسحاق الحوینی، از اِبو عمرو اِحمد بن عطیۃالوکیل، دار ابن عباس، مصر)

زاذان أبو عمر، عن البراء بن عازب -رَضِيَ الله عَنْهُ- كونه على شرط مسلم ففيه نظر، فإنَّ مسلمًا ما خرَّج هذه الترجمة: "زاذان عن البراء في "صحيحه"، والله أعلم- التسلية/ رقم 80

زاذان اِبو عمر کا البراء بن عازب -رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ- سے روایت کرنا ---اس کو مسلم کی شرط پر کہنا محل نظر ہے کیونکہ بے شک مسلم نے اپنی صحیح میں زاذان کی البراء سے روایت نقل نہیں کی

معلوم ہوا کہ حاکم کی بات زاذان کے حوالے سے محل نظر ہے

حاکم[1] کی بات المنھال کے حوالے سے بھی درست نہیں-امام مسلم نے منہال بن عمرو سے کوئی روایت نہیں لی

اس غلطی کو ذھبی نے بھی تلخیص متدرک میں دہرایا اور کہا

تعليق الذهبي قي التلخيص : على شرطهما فقد احتجا بالمنهال

ان دونوں کی شرط پر بے شک انہوں نے منہال سے احتجاج کیا ہے

یہ بات ذھبی نے اس وقت لکھی تھی جب انہوں نے اپنی کتاب سیر الاعلام النبلاء اور تاریخ الاسلام نہیں لکھیں تھیں

ذھبی تاریخ الاسلام ج ا میں کہتے ہیں

---

[1] ابن حجر، امام حاکم کے لئے لکھتے ہیں کہ مستدرک کی تصنیف کے وقت ان کے حافظے میں فرق آگیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اُنھوں نے رواۃ کی ایک کثیر تعداد کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کو ممنوع قرار دیا ہے، لیکن اپنی کتاب مستدرک میں خود اُنہیں سے روایات نقل کی ہیں اور اُنہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً آدم علیہ السلام کی دعا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے قبول ہونے والے مکذونہ روایت بھی امام حاکم کے نزدیک صحیح ہے جو عبدالرحمٰن بن زید کی سند سے ہے. ابن حجر نے عبدالرحمٰن بن زید کے بارے خود امام حاکم کا یہ قول نقل کیا ہے جس سے امام حاکم کا اس سلسلہ میں تساہل اور تناقض واضح ہوتا ہے، فرماتے ہیں

یہ شخص اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کیا کرتا تھا!

بدرالدین عینی حنفی اور امام ذہبی نے اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے

لاريب أن في المستدرک أحاديث كثيرة ليست على شرط الصحة بل فيه أحاديث موضوعة شان المستدرک بـإخراجها فيه

بلاشبہ المستدرک میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح حدیث کی شرط کے مطابق نہیں بلکہ اس میں موضوع احادیث بھی ہیں جن کا تذکرہ مستدرک پر ایک دھبہ ہے۔

وفي بعض ذلك موضوعات قد أعلمت بها لما اختصرت هذا " المستدرك " ونبهت على ذلك

اور ان کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے جب میں نے مستدرک کا اختصار کیا ہے

سیر الاعلام النبلاء ج ۱۷ میں حاکم کے بارے میں لکھتے ہیں

وبكل حال فهو كتاب مفيد قد اختصرته

اور یہ مفید کتاب ہے میں نے اس کو مختصر کیا ہے

معلوم ہوا کہ مستدرک پر تلخیص سیر اور تاریخ جیسے ضخیم کام سے پہلے ہوئی - ذھبی نے اپنے اس تحقیقی کام میں اپنی ہی تصحیح کا رد کر دیا الذہبی کتاب تاریخ الاسلام میں منہال کے لئے لکھتے ہیں

وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ: لَيْسَ بِالقَوِيِّ، قلت : تفرد بحديث منكر ونكير عن زاذان عن البراء اور ابن حزم کہتے ہیں قوی نہیں - میں کہتا ہوں : منکر نکیر والی حدیث جو زاذان عن البراء سے ہے اس میں اس کا تفرد ہے

ذھبی کتاب سیر لاعلام النبلاء میں منہال کے لئے لکھتے ہیں

حَدِيْثُهُ فِي شَأْنِ القَبْرِ بِطُوْلِهِ فِيْهِ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ

المنھال بن عمرو کی قبر کے بارے میں طویل روایت میں نکارت اور غرابت ہے

تفرد کا مطلب ہے کہ راوی، اس مخصوص روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس روایت کو اسی متن سے کسی نے نقل نہیں کیا - غریب کا مطلب ہے کہ روایت انوکھی ہے یعنی اس متن کو کوئی اور بیان نہیں کرتا - نکارت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہ روایت اب دلیل نہیں ہے چاہے راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہو - الذھبی محمّد بن اسحاق کے لئے المیزان الاعتدال میں کہتے ہیں

فالذي يظهر لي أن ابن إسحاق حسنُ الحديث، صالح الحال صدوق، وما انفرد به ففيه نكارة فإن في حفظه شيئا

پس جو چیز مجھ پر واضح ہوئی وہ یہ ہے کہ ابن اسحاق حسن الحدیث ہے، صالح الحال، صدوق ہے اور جس میں منفرد ہو اس میں نکارت ہے کیونکہ ان کے حافظے میں کچھ تھا

الذھبی، کتاب سیر الاعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۴۱ میں مُحَمَّدُ بنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ کی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

فِي إِسْنَادِهِ مُحَمَّدٌ لاَ يُحْتَجُّ بِهِ وَفِي بَعْضِهِ نَكَارَةٌ بَيِّنَةٌ

اس کی سند میں محمد ہے جو نہ قابل احتجاج اور اس میں بعض جگہ واضح نکارت ہے

ان دو مثالوں سے واضح ہے کہ نکارت[2] کا لفظ روایت کے نا قابل دلیل ہونے پر الذھبی استعمال کرتے ہیں چاہے راوی صدوق ہو یا ضعیف

---

[2] کتاب الوافی بالوفیات از صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی (المتوفی : 764ھ) میں راوی جریر بن حَازِم بن زید الأَزْدِيّ الْعَتكِي الْبَصْرِيّ کے لئے لکھتے ہیں وَله أَحَادِيث ينْفَرد بهَا فِيهَا نَكَارَة وغرابة وَلِهَذَا يَقُول البُخَارِيّ رُبمَا يهم وَقَالَ ابْن معِين هُوَ فِي قَتَادَة

محمّد خبیب احمد مقالات اثری میں وضاحت کرتے ہیں کہ الذھبی کا کون سا موقف لیا جائے

سیر اعلام النبلاء اور تاریخ الاسلام میں تناسب کا یہ اختلاف حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا اجتہاد متغیر ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ سیر اعلام النبلاء والا اجتہاد ہی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کا آخری اجتہاد ہے۔ تاریخی اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ سیر اعلام النبلاء، تاریخ الاسلام کے بعد مرقوم کی گئی۔ معروف محقق دکتور بشار عواد رقمطراز ہیں:

"وقد ألف الذهبي كتابه هذا بعد كتابه العظيم (تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام)"
(مقدمة تحقيق سير أعلام: ١/ ٩٢)

اس پر مستزاد یہ کہ النبلاء میں تاریخ الاسلام کے حوالے موجود ہیں: النبلاء: (٣/ ٣٨٠، ٤/ ١٨٠، ٧/ ١٨٠، ٤٢٥، ١٧/ ٥٣٥) لہٰذا ضعیف روایات کا تناسب (۴۲ فیصد) ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا قرینہ: حافظ ذہبی نے تلخیص کی ہے:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تلخیص المستدرک حافظ حاکم رحمہ اللہ پر تعاقب کی غرض سے نہیں لکھی کیونکہ انھوں نے اختصار کیا ہے استدراک نہیں، اور تلخیص میں خشتِ اول عدمِ اضافہ اور خلاصہ پر اکتفا ہوتا ہے۔ اضافہ اختصار کی شرط کے منافی ہوگا گویا نئی کتاب مرتب کر رہا ہے۔

یہاں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ اگر یہ محض اختصار تھا تو انھوں نے متعدد مواقع پر تعاقب بھی کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ حسبِ ضرورت ملخص کتب میں بعض مقامات پر علمی نکات بھی بیان کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے "المهذب في اختصار السنن الكبير، تلخيص الموضوعات، تلخيص العلل المتناهية" جیسی کتب میں کیا ہے۔ تلخیص المستدرک کے حوالے سے انھوں نے یہ صراحت کی ہے:

''میں نے اس کی تلخیص کی ہے ابھی اس کا بہت سارا کام اور اس کی اصلاح ہونا باقی ہے۔'' (سير أعلام النبلاء: ١٧/ ١٧٦)

تاریخ الاسلام میں بھی صراحت کی کہ میں نے اس کتاب کا خلاصہ کیا ہے۔ بلکہ تلخیص المستدرک کی ابتدا میں فرمایا۔ (هذا مالخص: ١/ ٢)

معلوم ہوا تلخیص مستدرک میں اصلاح کی ضرورت ہے اور سیر الاعلام النبلاء، مستدرک پر تلخیص کے بعد لکھی گئی

یہ ہے اس روایت کی حیثیت جس کے دفاع پر اہل حدیث علماء کتابوں کے اوراق سیاہ کیے جا رہے ہیں

نور پوری لکھتے ہیں

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک منہال بن عمرو پر جرح قابل قبول نہیں، بلکہ اس کی توثیق ہی راجح ہے۔ (ميزان الاعتدال في نقد الرجال : 4/ 192، طبعة دار المعرفة، بيروت)

ایک اور جگہ اسی مضمون میں نور پوری لکھتے ہیں

ضَعِیف، ان کی احادیث جس میں منفرد ہوں ان میں نکارت اور غرابت ہے اور اسی وجہ سے امام بخاری کہتے ہیں ان کو وہم ہوتا ہے اور ابن معین کہتے ہیں قتادہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں

⑱ حافظ، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) نے منہال بن عمرو کا ترجمہ ذکر کرنے سے پہلے [صح] لکھا ہے۔اس رمز کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں: إِذَا كَتَبْتُ [صح] أَوَّلَ الِاسْمِ، فَهِيَ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ الْعَمَلَ عَلٰى تَوْثِيقِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ . ''جب میں کسی اسم سے پہلے 'صح' لکھ دوں تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اس آدمی کی توثیق ہی پر اعتماد کیا جائے گا۔''

(لسان الميزان لابن حجر : 9/1، طبعة مؤسّسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

نیز منہال بن عمرو کی بیان کردہ ایک روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فَهٰذَا إِسْنَادُهُ صَالِحٌ . ''اس کی سند حسن ہے۔''

(تاريخ الإسلام : 107/4، طبعة دار الغرب الإسلامي)

لیکن اوپر محمّد خبیب احمد کی تحقیق مقالات اثری کے حساب سے سیر الاعلام النبلاء آخری کتاب ہے جس میں الذھبی نے اس کی روایت کو رد کر دیا ہے- نور پوری لکھتے ہیں

اپنے زعم میں ڈاکٹر عثمانی کی نے بڑی علمی کاوش کی ہے،لیکن حقیقت میں انہوں نے محدثین کرام کی مخالفت مُول لے کر بہت بڑی جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔کیا وجہ ہے کہ محدثین کرام جنہوں نے خود قرآن وسنت کی روشنی میں روایات کے قبول و ردّ کے قوانین وضع کیے اور کمال احتیاط سے راویانِ حدیث کے مراتب طے کیے،وہ اس حدیث کی علتوں سے واقف نہ ہو سکے اور جو لوگ رجالِ حدیث سے اچھی طرح واقف بھی نہیں تھے،ان کے سامنے اس حدیث میں موجود ''خرابیاں'' عیاں ہوگئیں؟اور اسی بنا پر ان لوگوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے امام اہل سنت اور دیگر محدثین و اکابرین امت کے بارے میں کفر و شرک کے فتوے داغنے شروع کر دیئے!

کیا ابن تیمیہ یا ابن قیم محدث ہیں ؟ انہوں نے جرح و تعدیل یا علم حدیث کا کون سا کام کیا ہے ؟ اس کو رد کرنے والے ابن تیمیہ کے ہم عصر الذھبی ہیں اور ابن حبان بھی ہیں- دیگر اہل علم میں ابن حزم اس روایت کو رد کرتے ہیں - نور پوری کو لکھنا چاہیۓ تھا کہ ہر دور میں محد ثین میں سے اس روایت کو رد کرنے اور قبول کرنے والے رہے ہیں تو بات درست ہوتی

امام یحییٰ بن معین کے قول پر نورپوری جرح

تاریخ الدمشق ج ۶۰ ص ۳۷۴ کے مطابق

أخبرنا أبو البركات أيضا أنا أحمد بن الحسن بن خيرون أنا محمد بن علي بن يعقوب أنا أبو بكر محمد بن أحمد أنا الأحوص بن المفضل نا أبي قال ذم يحيى المنهال بن عمرو

نورپوری لکھتے ہیں

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (499-571ھ) نے منہال بن عمرو کے حالات میں لکھا ہے:

قَالَ الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانَ الْغَلَابِيُّ : ذَمَّ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو .

"مفضل بن غسان غلابی کا کہنا ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے منہال بن عمرو کی مذمت کی ہے۔"(تاریخ دمشق: 374/60، طبعة دار الفكر، بيروت)

اس حکایت کا راوی ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ بابسیری "مجہول" ہے۔

اس قول کو ابونصر البخاری الکلاباذی (المتوفی: 398ھ) اپنی كتاب الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد میں نقل کرتے ہیں جو ابن عساکر (المتوفی: 571ھ) سے پہلے گزرے ہیں- الکلاباذی نے ابن عساکر کی طرح ضخیم کتابیں نہیں لکھیں اور ان میں ہر راوی پر چند ہی اقوال نقل کیے ہیں-اس قول کو نقل کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ ثابت ہے

الأحوص بن المفضل بن غسان إبوإبية الغلابي المتوفی ۳۰۰ھ کے شاگرد کا مکمل نام تاریخ الدمشق ہی کی مختلف روایات میں مکمل إبو بکر محمد بن إحمد بن محمد بن موسى البابسیری نقل ہوا ہے-تاریخ الدمشق کے محقق عمرو بن غرامۃ العمروی لکھتے ہیں

هذه النسبة إلى بايسير قرية من قرى واسط وقيل من قرى الاهواز

یہ بایسیر کی طرف نسبت ہے جو شہر واسط کا ایک قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الاہواز کا قریہ تھا

تاریخ دمشق میں محمد بن إحمد بن محمد البابسیری کے اپنے استاد الأحوص بن المفضل سے ۴۵۹ دفعہ راویوں کے حالات پر اقوال نقل کیے گئے ہیں

کتاب اللباب فی تہذیب الأنساب کے مؤلف ابن الأثیر (المتوفی: 630ھ) لکھتے ہیں

البابسيري بِالْألف بَين الباءين ثَانِي الْحُرُوف وَكسر السِّين الْمُهْملَة وَالرَّاء بَين الياءين آخر الْحُرُوف – هَذِه النِّسْبَة إِلَى بابسير وَهِي قَرْيَة من قرى وَاسِط وَقيل من قرى الأهواز مِنْهَا أَبُو بكر مُحَمَّد بن أَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَى البابسيري

البابسیری--- یہ نسبت ہے بابسیر کی طرف جو وَاسِط کا قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الأھواز کا قریہ تھا جس میں سے إِبُو بکر مُحَمَّد بن إَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَی البابسیری ہیں

کتاب الأنساب کے مؤلف عبد الکریم السمعانی (المتوفی: 562ھ) لکھتے ہیں

البابسيري بالألف بين الباءين ثاني الحروف وكسر السين المهملة والراء بين الياءين آخر الحروف، هذه النسبة الى بابسير وهي قرية من قرى واسط وقيل من قرى الأهواز، خرج منها ابو بكر محمد بن احمد ابن محمد بن موسى البابسيري، حدث بتاريخ المفضل بن غسان الغلابي عن ابى أمية الأحوص بن المفضل عن أبيه، روى عنه القاضي ابو العلاء محمد بن على بن احمد بن يعقوب الواسطي المقرئ، سمعت هذا التاريخ من ابى طاهر محمد بن ابى بكر السنجى بمرو عن ابى غالب محمد بن الحسن الباقلاني بعضه وعن ابى المعالي ثابت بن بندار البقال -بعضه، كلاهما عن القاضي ابى العلاء الواسطي

البابسیری--- یہ نسبت ہے بابسیر کی طرف جو وَاسِط کا قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الأھواز کا قریہ تھا جس میں سے إِبُو بکر مُحَمَّد بن إَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَی البابسیری نکلے، المفضل بن غسان الغلابي عن ابی إبیۃ الأحوص بن المفضل عن إبیہ کی سند سے تاریخ روایت کی - ان سے روایت کی القاضی ابو العلاء محمد بن علی بن احمد بن یعقوب الواسطی المقرئ نے اور اس تاریخ کو ابی طاہر محمد بن ابی بکر السنجی سے مرو میں سنا، اور بعض کو ابی غالب محمد بن الحسن الباقلانی سے، اور بعض کو ابی المعالی ثابت بن بندار البقال سے

تَارِيخُ إِمَام الجَرْحِ والتَعْدِيل يَحْيَى بنْ مَعِين رِوايةُ وسُؤالاتْ الإمام الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانَ حال ہی میں أبي الزهراء بن أحمد آل أبو عودة الغزي کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۳۴ ہجری میں فلسطین سے شائع ہوئی ہے - اس کتاب میں تقریباً ۷۴ دفعہ البابسیری کے اقوال نقل ہوئے ہیں

محمد بن إحمد بن محمد البابسیری مجھول کیسے ہو گئے ؟

امام شعبہ کے قول پر نورپوری جرح

نورپوری صاحب نے المنھال کے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے اور مضمون میں لکھتے ہیں کہ المنھال قرآن کی تلاوت کر رہے تھے جس کو سن کر شعبہ نے المنھال کو ترک کیا

ثابت ہوا کہ اس روایت میں گانے کا نہیں، بلکہ قرآنِ کریم کی قراءت کا ذکر ہے،
جیسا کہ ڈاکٹر عثمانی کی محولہ کتاب میں ایک اور جگہ تصریح ہے:
سَمِعَ صَوْتَ قِرَاءَةٍ بِأَلْحَانٍ، فَتَرَكَ الْكِتَابَةَ عَنْهُ لِأَجْلِ ذٰلِكَ.
''امام شعبہ رحمہ اللہ نے ترنم کے ساتھ قراءت کی آواز سنی، اسی بنا پر اس سے حدیث لکھنا چھوڑ دیا۔''(الجرح والتعديل :172/1)
یہ عالم ہے ڈاکٹر عثمانی کی عربی دانی اور کتب کی ورق گردانی کا!

تاریخ الدمشق ج ۶۰ ص ۳۷۳ پر موجود ہے کہ اصل معاملہ کیا تھا

وهب بن جرير قال قال شعبة أتيت منزل المنهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت

وھب بن جریر کہتے ہیں شعبہ کہتے ہیں میں المنھال بن عمرو کے گھر پہنچا تو میں نے سنا طنبور بجا کر گا رہا تھا پس میں واپس آ گیا

مغيرة قال كان المنهال بن عمرو حسن الصوت وكان له لحن يقال له وزن سبعة

مغیرہ کہتے ہیں کہ المنھال بن عمرو اچھی آواز رکھتا تھا اور اس میں لحن تھا سات سروں پر

ابن المديني قال سمعت يحيى هو القطان يقول أتى شعبة المنهال بن عمرو فسمع صوتا فتركه يعني الغناء

علی ابن المدینی کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو سنا شعبہ المنھال کے پاس گئے تو انہوں نے گانے کی آواز سنی جس پر اس کو ترک کیا

نورپوری صاحب لکھتے ہیں

بہر حال قرآنِ کریم کو تغنی، یعنی سُر اور خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا کوئی قابل جرح بات نہیں، جیسا کہ عرب محقق ڈاکٹر بشار عواد معروف فرماتے ہیں:
هٰذَا جَرْحٌ مَّرْدُودٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَمَا أَدْرِي كَيْفَ جَوَّزَ شُعْبَةُ لِنَفْسِهِ أَنْ يَّتْرُكَهُ لِلتَّطْرِيبِ بِالْقِرَاءَةِ، إِنْ صَحَّ ذٰلِكَ عَنْهُ، فَقَدْ ثَبَتَ عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرُورَةَ تَحْسِينِ الصَّوْتِ وَالتَّطْرِيبِ بِالْقِرَاءَةِ.
''یہ جرح مردود ہے۔ اگر امام شعبہ رحمہ اللہ سے یہ بات ثابت ہے تو سمجھ سے بالاتر ہے کہ انہوں نے نرم اور خوبصورت آواز سے قراءت کو بنیاد بنا کر منہال کو چھوڑنا جائز کیسے سمجھ لیا؟ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم کی قراءت کو خوبصورت آواز اور سُر

میں ہونی چاہیے۔"(حاشية تهذيب الكمال في أسماء الرجال: 570/28، طبعة مؤسّسة الرسالة)

گویا المنھال تو محض خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہا تھا اور امام شعبہ احمق تھے جنہوں نے اس کو جرح بنا دیا— أعاذنا الله من سوء الفهم وفتنة الجهل .

اس کے بعد دوسرے صفحے پر ڈکتور بشار عواد معروف کتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں لکھتے ہیں

وَقَال علي بْن المديني ، عَن يحيى بْن سَعِيد أتى شعبة المنهال بْن عَمْرو فسمع صوتا فتركه، يعني الغناء

اس کے بعد حاشیہ میں ڈکتور بشار عواد معروف اس پر لکھتے ہیں

–هذا الخبر أصح، والله أعلم– من خبر تركه بسبب سماعه قراءة القرآن بالتطريب، فهذا غير ذاك

یہ خبر زیادہ صحیح ہے، واللہ اعلم-اس (قول) سے جس میں خبر دی گئی تھی کہ ان کے ترک کرنے کی وجہ قرآن کی سر کے ساتھ قرات تھی -پس ایسا نہیں تھا

نورپوری نے علمی خیانت کی اور ڈکتور بشار عواد معروف کی مکمل رائے پیش نہیں کی کہ منہال گانا گا رہا تھا-

یہ عالم ہے ان کی کتب کی ورق گردانی کا !

محدثین کبار نے امام شعبہ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور ان کی فراست پر کتب رجال شاہد ہیں- یہ ائمہ بلاوجہ جرح نہیں کرتے تھے جیسا اہل حدیث مولویوں نے مشہور کیا ہوا ہے- امام شعبہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ اتقان اور احتیاط ضروری ہے لیکن جن کے نزدیک عقیدہ اہم نہ ہو ان کے لئے سارے راوی ثقہ ہو جاتے ہیں لہٰذا عقیدہ عود روح کے حامیوں نے اس پر اعتراض کیے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ متشدد تھے اور بلاوجہ جرح کرتے تھے-

افسوس محدثین اگر من پسند راوی پر جرح کر دیں تو نورپوری جیسوں کو ہضم نہیں ہوتی

امام ابن حزم کے قول پر نور پوری جرح

نور پوری لکھتے ہیں

> عودِ روح والی حدیث کو دنیا میں سب سے پہلے پانچویں صدی ہجری میں ابن حزم ؒ نے ''ضعیف'' قرار دیا۔ اس پہلے تمام محدثین اور اہل علم اسے صحیح ہی قرار دیتے رہے تھے،جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ڈاکٹر عثمانی کی بندر بانٹ ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص صریح طور پر گانے کو جائز کہے اور آلاتِ موسیقی کی خرید و فروخت کو بھی حلال قرار دے،ان کے نزدیک اس کی جرح و تعدیل بھی قبول اور اس کی حدیث بنی بھی عین دلیل،لیکن جس کے بارے میں یہ بھی ثابت نہ ہو سکے کہ اسے علم بھی تھا کہ اس کے گھر میں گانا گایا گیا،اس کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈا! کیا یہی انصاف ہے؟ اور کیا ایسے لوگوں میں امانت و دیانت کی کوئی رتّی موجود ہو سکتی ہے؟

نور پوری ،ابن حزم کے لئے لکھتے ہیں

> پھر یہ بات بھی مسلّم ہے کہ جرح و تعدیل اور صحت و سقمِ حدیث کی معرفت ان کا میدان نہیں تھا۔ایک ناقل ہونے کے ناطے بھی وہ جرح و تعدیل میں طاق نہیں تھے۔اس کا

نور پوری کی لسٹ میں بھی ناقل ہیں

ابن مندہ (المتوفی ۳۹۵ھ) نے جرح و تعدیل پر کون سے کام کیا؟ بقول الذھبی حاطب اللیل ہیں-ان کی بات کی کیا وقعت ہو گی؟

ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) نے جرح و تعدیل پر کیا کام کیا؟ یہ بھی ناقل ہیں-

ابن قیّم (المتوفی ۷۵۱ھ) نے جرح و تعدیل پر کیا کام کیا؟ یہ بھی ناقل ہیں

جن لوگوں کو نور پوری نے اس روایت کی تصحیح کے لئے پیش کیا ہے ان میں یہ لوگ ناقل ہیں-ان کو کیوں پیش کیا؟

نورپوری لکھتے ہیں

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو پر جرح کی دلیل بھی ذکر کی ہے، وہ یہ ہے:

وَالْمِنْهَالُ ضَعِيفٌ، وَرُوِيَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَثْبُتْ لِلْمِنْهَالِ شَهَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ. ''منہال بن عمرو ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: اسلام میں منہال کی گواہی ثابت نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار: 216/9)

وَرَوَى ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ بِسَنَدٍ لَهُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ --- وَهٰذِهِ الْحِكَايَةِ لَا تَصِحُّ، لِأَنَّ رَاوِيهَا مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ الْحَنَفِيَّ لَا يُعْرَفُ.

''ابن ابی خیثمہ نے اپنی سند کے ساتھ مغیرہ بن مقسم سے بیان کیا ہے۔۔۔لیکن یہ حکایت ثابت نہیں، کیونکہ اس کا راوی محمد بن عمر حنفی مجہول ہے۔''(فتح الباري: 446/1)

جب ابن حزم رحمہ اللہ کی دلیل ہی ثابت نہ ہوئی تو اس پر کھڑی جرح کی عمارت بھی زمین بوس ہوگئی۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آ جائے کہ منہال کے گھر سے گانے کی آواز سن کر امام شعبہ رحمہ اللہ نے جو اسے چھوڑ دیا تھا، وہ تو ثابت ہے، شاید وہ بھی ابن حزم رحمہ اللہ کے سامنے ہو اور اس بنا پر انہوں نے منہال کو ''ضعیف'' کہا ہو، لیکن یہ بات کسی لطیفے سے کم نہیں، کیونکہ خود ابن حزم رحمہ اللہ گانے کو بھی جائز سمجھتے تھے اور آلاتِ موسیقی کی خرید و فروخت کو بھی حلال کہتے تھے۔ پھر گھر سے گانے کی آواز آنے پر وہ منہال پر جرح کیسے کر سکتے تھے؟

اول تو ابن حزم کا المنھال کے بارے میں یہ قول کتاب المحلی بالآثار ج ۹ ص ۲۱٦ پر ایک دوسری روایت کے حوالے سے ہے نہ کہ عود روح والی روایت پر- ابن حزم لکھتے ہیں

وَالْمِنْهَالُ ضَعِيفٌ وَرُوِيَ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَثْبُتْ لِلْمِنْهَالِ شَهَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ

یہ بات عود روح والی روایت کے ذیل میں نقل نہیں ہوا بلکہ ایک دوسری روایت پر نقل ہوا ہے دوم اس کی کیا دلیل ہے ابن حزم صرف اس قول کی بنیاد پر المنھال کو ضعیف کہتے تھے- یہ غیر واقف لوگوں کا گمراہ کرنے کا نورپوری حربہ ہے

ابن حزم کتاب الفصل في الملل والأهواء و النحل میں لکھتے ہیں

وَلم يَأْتِ قطّ عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي خبر يَصح أَن أَرْوَاح الْمَوْتَى ترد إِلَى أجسادهم عِنْد الْمَسْأَلَة وَلَو صَحَّ ذَلِك عَنهُ عَلَيْهِ السَّلَام لقلنا بِهِ فَإِذْ لَا يَصح فَلَا يحل لأحد أَن يَقُوله وَإِنَّمَا انْفَرد بِهَذِهِ الزِّيَادَة من رد الْأَرْوَاح الْمنْهَال بن عَمْرو وَحده وَلَيْسَ بالقوى تَركه شُعْبَة وَغَيره وَسَائِر الْأَخْبَار الثَّابِتَة على خلاف ذَلِك وَهَذَا الَّذِي قُلْنَا هُوَ الَّذِي صَحَّ أَيْضا عَن الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم لم يَصح عَن أحد مِنْهُم غير مَا قُلْنَا

اور کسی صحیح حدیث میں نہیں اتا کہ مردوں کی روحیں ان کے جسموں میں سوال کے وقت لوٹائی جاتی ہوں اور اگر ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہوتا تو ہم بھی کہتے پس جب یہ صحیح نہیں تو پھر کسی کے لئے حلال نہیں کہ ایسا کہے اور روایت میں روح لوٹانے کا اضافہ صرف المنھال بن عمرو نے بیان کیا ہے اور وہ قوی نہیں اس کو شعبہ نے ترک کیا اور

دوسروں نے بھی اور ساری روایات اس (عود روح) کے خلاف ہیں اور جو ہم کہہ رہے ہیں وہ صحیح ، صحابہ سے بھی ثابت ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ان سے اس کے علاوہ کچھ اور صحیح ثابت نہیں

امام ابن حزم نے المنھال کو صرف الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ کے قول پر ضعیف نہیں کہا بلکہ شعبہ کا قول بھی اس کے خلاف نقل کیا ہے

فقہ جعفریہ اورزاذان

نورپوری اسی مضمون میں لکھتے ہیں

زاذان اور فقہ جعفریہ کی روایت۔ایک لطیفہ:

یہاں پر ڈاکٹر عثمانی کی ذہنی حالت کے بارے میں ایک لطیفہ سنتے چلیے۔انہوں نے لکھا ہے: ''دراصل قبر میں مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعتِ جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازب ؓ سے منسوب کر دی ہے۔'' (''ایمانِ خالص''،دوسری قسط،ص:18)

اب ڈاکٹر عثمانی کے حواری ذرا دل تھام لیں کہ ان کی عقیدت کا بُت ٹوٹ کر گرنے والا ہے،ان شاءاللہ!۔ان سے گزارش ہے کہ اللہ کے لیے اس حقیقت کو ملاحظہ فرما کر ڈاکٹر عثمانی کے دجل وفریب سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔یہ حقیقت دیکھ کر بھی اگر انہوں نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر کام نہ دے گا۔

فقہ جعفریہ امام ابوعبداللہ،جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب،صادق سے منسوب ہے۔وہ ائمہ رجال کے مطابق 80 ہجری میں پیدا ہوئے،جبکہ فقہ جعفریہ کے مدوّن کُلَینی (جس کی کتاب کا حوالہ ڈاکٹر عثمانی نے دیا ہے) کے مطابق 83 ہجری کو ان کی ولادت ہوئی اور 148 میں فوت ہو گئے۔جبکہ زاذان کی وفات 82 ہجری میں ہوئی۔یعنی جب زاذان فوت ہوئے تو امام جعفر صادق یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا ان کی عمر صرف 2 سال تھی اور جب تک جعفر صادق ؒ جوان ہوئے اور فقہی خدمات انجام دینے کے قابل ہوئے،اس وقت تک زاذان کو فوت ہوئے بیسیوں سال گزر چکے تھے۔

اب ڈاکٹر عثمانی کا کوئی معتقد ہی بتائے کہ فقہ جعفریہ کی داغ بیل پڑنے سے بیسیوں سال پہلے فوت ہو جانے والا زاذان بیچارہ کئی عشرے بعد میں پیدا ہونے والوں کی فرمودہ باتیں کس طرح بیان کر سکتا تھا؟

پھر فقہ جعفریہ امام جعفر صادق کے فوت ہونے کے کئی صدیوں بعد ترتیب دی گئی۔کُلَینی جس کی کتاب سے ایک شیعہ روایت ڈاکٹر عثمانی نے پیش کی ہے،وہ امام جعفر صادق کی وفات سے بھی کوئی ایک صدی بعد پیدا ہوا۔اس نے امام جعفر صادق سے یہ روایت بیان کی۔کوئی پاگل اور بے وقوف شخص ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ زاذان نے اپنی وفات کے کئی سو سال بعد معرضِ وجود میں آنے والی شیعی روایات اپنی زندگی میں بیان کر دی تھیں۔

یہ ہے عقلی حالت ڈاکٹر عثمانی کی!اب تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدے کو چھوڑ کر ایسے بد دماغ شخص کی بات ماننا بدبختی کی انتہا ہے۔

یہ ہے پورا اقتباس جس میں موصوف نے اچھل کود مچا کر اپنی علمی حیثیت واضح کر دی ہے - نورپوری کو شیعوں کے الجعفریہ فرقہ کا پتا تک تو ہے نہیں اور مضمون لکھنے بیٹھ گئے

شیعہ عالم کتاب سبیل النجاة في تتمة المراجعات — الشيخ حسين الراضي —ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں

ان مذهب الجعفرية المعروف بمذهب الشيعة الإمامية الاثنا عشرية

بے شک مذہب الجعفریہ معروف ہے مذہب شیعہ امامیہ الاثنا عشریہ سے

الاثنا عشری ۱۲ کے لئے بولا جاتا ہے کہ شیعوں کے بارہ امام ہیں، - حالانکہ امام جعفر کے زمانے تک بارہ امام بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود شیعہ الاثنا عشرية مذہب کو فقہ الجعفرية بھی کہا جاتا ہے - زاذان (المتوفی ۸۲ ھ) نے امام باقر (۵۷ ھ سے ۱۱۴ ھ) تک کا زمانہ پایا ہے

نورپوری صاحب کی عقلی حالت پر بہت افسوس ہوتا ہے اہل السنت میں ایک روایت سماع سے آگے چلتی ہے لیکن شیعوں میں عقیدہ امامت کی وجہ سے امام جعفر کو سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں - وہ جو بولیں گے وہی حق سمجھا جاتا ہے - اسی طرح زاذان نے اپنے عقیدے کے مطابق روایت بیان کی جو ایک مسلمہ شیعہ عقیدہ ہے - امام جعفر کو زاذان کی سند سے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں

اہل سنت کے نزدیک شروع کے ائمہ جن میں امام جعفر صادق شامل ہیں، ان سے جھوٹی روایات منسوب کی گئی ہیں - ان روایات کو لوگوں نے گھڑا اور ان سے منسوب کیا لیکن کب گھڑا کہاں اس کی روایات بنائی جاتی تھیں اس کا پتا نہ آپ کو ہے نہ ڈاکٹر عثمانی کو - اسی طرح زاذان نے بھی روایت بیان کی جو اس کے بدعتی عقیدے کے مطابق تھی

الکافی میں عود روح والی روایت موجود ہے

الکافی –الکلینی –ج 3 –ص 239 –240

محمد بن يحيى ، عن أحمد بن محمد بن عيسى ، عن الحسين بن سعيد ، عن القاسم ابن محمد ، عن علي بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال قال : فيقعدانه ويلقيان فيه الروح إلى حقويه فيقولان له : من ربك ؟ فيتلجلج ويقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويقولان له ما دينك ؟ فيتلجلج ، فيقولان له : لا دريت ، ويقولان له : من نبيك ؟ فيقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويسأل عن إمام زمانه ، قال : فينادي مناد من السماء : كذب عبدي افرشوا له في قبره من النار وألبسوه من ثياب النار وافتحوا له بابا إلى النار حتى يأتينا وما عندنا شر له ، فيضربانه بمرزبة ثلاث ضربات ليس منها ضربة إلا يتطاير قبره نارا لو ضرب بتلك المرزبة جبال تهامة لكانت رميما

شیعوں کے نزدیک روح قبر میں جسد میں لوٹائی جاتی ہے اور سوال جواب ہوتا ہے اور عذاب کے لئے ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور تین ضربین لگائی جاتی ہے کہ اگر تہامہ کے پہاڑ پر لگے تو مٹی ہو جائے

یہی بات اہل سنت کی کتب میں زاذان کی سند سے موجود ہے اس میں ہے

ثمّ يقيَّضُ له أعمى أبكَمُ معه مِرْزَبَّة من حديدٍ، لو ضُرِبَ بها جَبَلٌ لصار تراباً"، قال: "فيضرِبُه بها ضربةً يسمعُها ما بين المشرق والمغرب إلا الثقلين، فيصيرُ تراباً، ثم تُعادُ فيه الرُّوحُ

کہ (پہلے عود روح کے بعد) ایک اندھا مقرر کر دیا جاتا ہے جو گرز سے مارتا ہے اگر پہاڑ پر مارے تو مٹی ھو جائے... پھر دوبارہ عود روح ہوتا ہے

متن میں مماثلت کیوں ہے ؟ اہل السنہ کی کتب میں جب بھی یہ روایت آتی ہے تو اس روایت کی سند میں کوئی نہ کوئی راوی شیعہ ضرور ہوتا ہے مثلا زاذان، المنهال بن عمرو، عدی بن ثابت، عمرو بن ثابت وغیرہ

ڈاکٹر عثمانی کا سوال بہت اہم ہے کہ زاذان (جس کو ابن حجر نے شیعہ کہا ہے) اور الکافی کی روایت کے متن میں مماثلت کیوں ہے ؟ اور اس کا واضح جواب ان کے نزدیک یہ ہے کہ زاذان کا شیعہ ایجنڈا ہے جس کو وہ پورا کر رہا ہے - نور پوری صاحب کے پاس اس سوال کا جواب نہیں

زاذان کی کنیت اور شیعیت

نورپوری یہ بھی کہتے ہیں زاذان کی کنیت ابو عمر ہے وہ شیعہ کیسے ھو سکتا ہے

ڈاکٹر عثمانی اور ان کے حواریوں نے زاذان کی کنیت پر بھی غور نہیں کیا۔ زاذان کی کنیت ''ابوعمر'' تھی۔کیا دشمنانِ صحابہ شیعہ اپنی کنیت ابوعمر رکھ سکتے ہیں؟

ان کی سطحی علمیت سے یہی امید تھی- الکافی کے ٦٠ سے اوپر شیعہ راوی ہیں جن کا نام یزید ہے-قریب ١٠٠ سے اوپر شیعہ راوی ہیں جن کا پہلا نام ابی عمر ہے- کیا شیعہ کتابوں کے سنی راوی ہیں؟ کیا یہ ١٦٠ سے اوپر راوی سب سنی ہیں؟

نورپوری لکھتے ہیں

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے: ''زاذان میں شیعیت ہے۔'' (''ایمانِ خالص''،دوسری قسط،ص:18)

ڈاکٹر عثمانی کی جہالت اور ان کا تعصب دیکھیں کہ انہوں نے غور وخوض کی زحمت نہیں کی۔دنیا میں سب سے پہلے ابن حجر رحمہ اللہ نے زاذان میں شیعیت کا دعویٰ کیا۔ان سے پہلے کسی معتبر محدث نے یہ بات نہیں کہی۔ابن حجر رحمہ اللہ کی بات اگر درست ہے تو ان کی مُراد وہ اصطلاحی شیعہ نہیں تھا،جو دین محمدی کو چھوڑ کر فقہ جعفریہ کا پیروکار ہو۔

ابوبشر دولابی (224-310ھ) نے لکھا ہے: وَكَانَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ .

''وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل تھا۔'' (الكنى والأسماء: 773/2، طبعة دار ابن حزم)

شاید اس سے کوئی جاہل یہ سمجھ بیٹھے کہ زاذان شیعہ تھا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہونا گمراہ اور دشمن صحابہ شیعہ ہونے کا ثبوت نہیں۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں بہت سے صحابہ کرام بھی شامل تھے۔کیا ان کو بھی شیعہ کہا جائے گا؟

زاذان شیعوں کا ثقہ راوی ہے- دکتور بشار عواد المعروف، تہذیب الکمال میں اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں

وَقَال أبو بشر الدولابي: كان فارسيا من شيعة علي" (إكمال مغلطاي: 2 / الورقة 31) – قال بشار : قد أخرج له الشيعة في كتبهم من رواية عطاء بن السائب عنه (انظر الكافي في القضاء والاحكام: 6، باب: النوادر 19 حديث رقم 12، والتهذيب: باب من الزيادات في القضايا والاحكام، حديث رقم 804)

ابو بشر الدولابی کہتے ہیں یہ فارسی شیعان علی میں سے تھا- دکتور بشار عواد المعروف نے کہا بلا شبہ شیعوں نے اس سے روایات نقل کی ہیں اپنی کتابوں میں عطاء بن السائب *(کی سند) سے (دیکھئے* الكافي في القضاء والاحكام: 6، باب: النوادر 19 حديث رقم 12، والتهذيب: باب من الزيادات في القضايا والاحكام، حديث رقم 804)

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال از مغلطاي کے مطابق

وفي «كتاب المنتجالي»: زاذان أبو عمر كان صاحب علي

اور کتاب المنتجالی کے مطابق زاذان ابو عمر، اصحاب علی میں سے تھا

شیعہ راویوں پر کتاب المفيد من معجم رجال الحديث از محمد الجواہری (ص ۲۲۷) میں زاذان کا ترجمہ موجود ہے

زاذان : يكنى أبا عمرة " عمروة " " عمرو " الفارسي من خواص أصحاب علي (ع) - روى عن علي (ع) - في كامل الزيارات - وروى عنه أيضا في الكافي والتهذيب ج 6 ح 804 وهو مغاير إلى لاحقه

زاذان ان کی کنیت ابا عمرہ، عمرو فارس کے ہیں اور اصحاب علی (ع) میں خواص میں سے ہیں-انہوں نے علی (ع) سے روایت کی ہے کامل الزیارات میں اور الکافی اور التہذیب ج٦ ح ۸۰۴ میں بھی---

شیعہ کتب کے مطابق زاذان اتنے خاص تھے کہ علی نے ان کے لئے اسم الاعظم کے ساتھ دعا کی (قال صدق زاذان ان أمير المؤمنين دعا لزاذان بالاسم الأعظم الذي لا يرد الكنى والألقاب - الشيخ عباس القمي - ج 1 - ص)

نورپوری اسی مضمون میں لکھتے ہیں

⑤ زاذان پر شیعیت کا الزام

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے: ''زاذان میں شیعیت ہے۔'' (''ایمانِ خالص''، دوسری قسط، ص: 18)

ڈاکٹر عثمانی کی جہالت اور ان کا تعصب دیکھیں کہ انہوں نے غور و خوض کی زحمت نہیں کی۔ دنیا میں سب سے پہلے ابن حجر رحمہ اللہ نے زاذان میں شیعیت کا دعویٰ کیا۔ ان سے پہلے کسی معتبر محدث نے یہ بات نہیں کہی۔ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات اگر درست ہے تو ان کی مُراد وہ اصطلاحی شیعہ نہیں تھا، جو دین محمدی کو چھوڑ کر فقہ جعفریہ کا پیروکار ہو۔

ابوبشر دولابی (224-310ھ) نے لکھا ہے: وَكَانَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ .

ڈاکٹر عثمانی نے جرح و تعدیل پر کتاب لکھنے والے ابن حجر کی رائے پیش کی ہے جو ابن حجر کی اپنی تحقیق ہے

تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۹۹ کے مطابق رفض کا لفظ زید بن علی (المتوفی ۱۲۲ھ) نے سب سے پہلے شیعوں کے لئے استعمال کیا- شیعوں نے زید بن علی سے پوچھا کہ آپ کی ابو بکر اور عمر کے بارے میں کیا رائے ہے-انہوں نے کہا کہ ہم ان سے زیادہ امارت کے حقدار تھے لیکن انہوں نے یہ حق ہم سے چھین لیا لیکن یہ کام کفر تک نہیں پہنچتا-اس پر شیعوں نے ان کو برا بھلا کہا اور جانے لگے-زید نے کہا

رفضونی تم نے مجھے چھوڑ دیا

اسی وقت سے شیعہ رافضیہ کے نام سے موصوف ہوئے

زید بن علی سے پہلے شیعہ چاہے سبائی ھو یا غالی یا غیر غالی سب کو شیعہ ہی بولا جاتا رہا اور یہ انداز جرح و تعدیل کے ائمہ کا ہے

اسمٰعیل سلفی کتاب مقالات حدیث میں لکھتے ہیں

احادیث میں وضع وتخلیق کا آغاز خلافت راشدہ کے بعد چالیس ہجری کے قریب ہوا۔ سب سے پہلے شیعہ نے شخصی فضائل میں احادیث وضع کیں، بعد ازاں مختلف فرق وطوائف نے اپنے اپنے دعاوی کی تائید وتصدیق میں اس عمل کو رواج دیا، جس کے اسباب مختلف رہے۔ بعض اسباب کا مؤلف رحمہ اللہ نے ذکر کر دیا ہے۔ اہل علم نے اس کے علاوہ بھی بعض اسباب وضع کا تذکرہ اپنی مؤلفات میں کیا ہے، جن میں سیاسی اختلافات، زنادقہ کی طرف سے اسلام پر طعنہ زنی، قصہ گوئی، نیکی کی ترغیب، فقہی اور کلامی اختلاف، مذہب، قبیلہ اور کسی امام کی عصبیت اور شہرت پسندی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ دیکھیں: المجروحين لابن حبان (١/ ٦٢) تدريب الراوي (١/ ٢٨٣) توضيح الأفكار (٢/ ٦٨)

جی ہاں روایات کی وضع سازی کا اسی دور میں آغاز ہوا جب صحابہ کے مناقشات پر سب سے پہلے روایات گھڑی گئیں مختار الثقفی اور سبائی فتنوں نے شیعیاں علی بن کر اہل بیت کے فضائل گھڑے اور ان کو ایک ما فوق الفطرت مخلوق بنا دیا گیا، پھر وہ امام اور معصوم کہلائے، اسی دور میں زاذان اور منہال بن عمرو نے عود روح کی روایت بیان کی- اسمٰعیل سلفی کی بات سے ظاہر ہے یہ ابھی صحابہ کا دور ہے کہ روایات سازی شروع ہو چکی ہے

موصوف لکھتے ہیں

> کس قدر مہارت تھی! حقیقت وہی ہے جو ہم نے ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول بیان کر دی ہے کہ راوی اگر سچا ہو تو اس کا شیعہ ہونا اس کی روایت کو نقصان نہیں دیتا۔ لہٰذا زاذان کا شیعہ ہونا اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

یعنی اگر زاذان شیعہ بھی ثابت ہو جائے تو بھی میں نہ مانوں- یہ اصولوں پر چلنے کا دعوی کرنے والے کس اصول کی پاسداری کر رہے ہیں

زاذان بعض محدثین کے نزدیک مظبوط راوی نہیں

کتاب نثل النبال بمعجم الرجال الذين ترجم لهم فضيلة الشيخ المحدث أبو إسحاق الحويني، دار ابن عباس، مصر کے مطابق

وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالمتين عندهم!، ولست أدري عند مَنْ؟- خصائص عليّ/ 112 ح 118

اِبواِحمد الحاکم زاذان کے لئے کہتے ہیں ہمارے (محدثین) نزدیک مظبوط نہیں اور میں نہیں جانتا کہ کسی اور کے بھی نزدیک مظبوط ہو

نورپوری لکھتے ہیں

وہ اہل علم کون ہیں جنہوں نے زاذان کو کمزور کہا ہو؟ ڈاکٹر عثمانی کو شاید معلوم نہیں کہ کئی درجن محدثین تو زاذان کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ان کی تفصیل ہم نے سپردِ قارئین کر دی

ڈاکٹر عثمانی نے ابواحمد الحاکم کے قول پر کہا ہے کہ محدثین کے نزدیک مظبوط نہیں
محدثین میں راویوں پر اختلاف ہوتا ہے اس میں کوئی ایک قول کو لیتا ہے تو کوئی دوسرے قول کو اگر سب متفق ہوں تو پھر نہ ہی فقہ کا اختلاف ہوتا نہ عقائد کا !
مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ اَحْمَدَ بنِ إِسْحَاقَ النَّيْسَابُوْرِيُّ، اِبواِحمد الحاکم ہیں الذھبی کہتے ہیں وَكَانَ مِنْ بُحورِ العِلْمِ علم کا سمندر تھے (سیر الاعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳٦٦ دار الحدیث)--ابن معین کی جرح کے مقابلے میں ان کی توثیق غیر موثر ہے کیونکہ یہ عقیدے کا معاملہ ہے- امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں واضح کر دیا ہے کہ وہ ضعیف راوی کی ان روایات کو بھی نقل کریں گے جو صحیح سمجھی جاتی ہیں لہٰذا انہوں نے زاذان سے تین روایات نقل کی ہیں اور وہ عقیدے میں نہیں لہٰذا اس بنا پر مطلّقا زاذان کی عود روح کی روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا- باقی امام ترمذی نے زاذان کی روایت کو حسن کہا ہے کیونکہ زاذان مظبوط نہیں -

امام الجوزجانی پر نورپوری جرح

نورپوری صاحب نے المنھال بن عمرو کے دفاع کی بھی بھرپور کوشش کی ہے، چناچہ وہ عینی کی معانی الاخیار فی شرح اِسامی رجال معانی الآثار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جوزجانی نے اس کو سنی المذہب (سنی مذھب والا) قرار دیا ہے۔

④ ابواسحاق جوزجانی اور منہال

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے: ''الجوزجانی نے اپنی کتاب 'الضعفاء' میں لکھا ہے کہ وہ بدمذہب تھا۔'' (''ایمانِ خالص''، دوسری قسط، ص: 17، 18)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جوزجانی کے اصل الفاظ کیا ہیں؟ ذکر کرنے والوں کا اس میں اختلاف ہے۔علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے تو اس سے منہال کے بارے میں [سَيِّءُ الْمَذهَبِ] (بدمذہب) کے الفاظ نقل کیے ہیں، جبکہ علامہ عینی حنفی (762-858ھ) نے منہال بن عمرو کے بارے میں جوزجانی کا تبصرہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزْجَانِيُّ : اَلْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو سُنِّيُّ الْمَذْهَبِ.

''ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے کہا ہے کہ منہال بن عمرو مذہب کے لحاظ سے سنی تھا۔''

(مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار: 85/3، طبعة دار الكتب العلميّة، بيروت)

معلوم ہوتا ہے کہ جوزجانی کی کتاب کا جو نسخہ علامہ عینی کے پاس تھا، اس میں یہی الفاظ تھے، پھر علامہ عینی حنفی کے ذکر کردہ الفاظ بعید از قیاس بھی نہیں، کیونکہ منہال بن عمرو اہل سنت والے عقائد کے حامل تھے، رافضی نہیں تھے۔ان سے سیدہ عائشہ کو ''ام المومنین'' کہنا اور ان کے بارے میں ''ﷺ'' کے دعائیہ الفاظ ذکر کرنا ثابت ہے۔

(دیکھیں سنن أبي داوٗد: 5217)

اس کو صریح تحریف کہتے ہیں- نورپوری نے کرم خوردہ، ناقص نسخوں سے استفادہ کیا- سیء المذہب (بد مذھب) کے الفاظ ابن حجر نے فتح الباری اور تہذیب التہذیب وغیرہمیں نقل کیے ہیں جو عینی کے ہم عصر ہیں

جوزجانی نے المنھال کو سیء المذہب (بد مذھب) قرار دیا ہے- جوزجانی یہ الفاظ شیعہ راویوں کے لئے بولتے ہیں- جوزجانی کی کتاب اِحوال الرجال حدیث اکادمی – فیصل آباد سے چھپ چکی ہے اس میں کو سنی المذہب (سنی مذھب والا) کے الفاظ موجود نہیں- سیء المذہب (بد مذھب) جوزجانی کی جرح کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جو انہوں نے اور راویوں کے لئے بھی استعمال کیے ہیں

امام جوزجانی پر بھی انہوں نے ہاتھ صاف کیا ہے- نورپوری لکھتے ہیں

والے ''رافضی'' اور دوسری انتہا والوں کو اصطلاحاً ''ناصبی'' کہا جاتا ہے۔ جوزجانی اپنے علم و فضل کے باوجود متعصب ناصبی تھے۔ اہل کوفہ اور محبانِ اہل بیت پر ناحق جرح کرنا ان کا معمول ہے۔ اگر کوئی ایک بھی معتبر محدث کسی کوفی راوی کو ثقہ قرار دے تو جوزجانی کی جرح ردّی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی، چہ جائیکہ منہال کو درجنوں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے اور ڈاکٹر عثمانی جوزجانی کی جرح کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ محققین نے معتدل محدثین کے مقابلے میں جوزجانی کے قول کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

بہت خوب

ہوئے تم دوست جس کے
اس کا دشمن آسمان کیوں ہو

اہل حدیث علماء کو چاہیے کہ امام جوزجانی کی کتب دریابرد کر دیں!

نورپوری کا شاگرد زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتا ہے

فائدہ: جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر اگر بدعتی ہونے کا اعتراض ہو اور اس کی روایت بظاہر اس کے مسلک کی تائید میں ہو، تب بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے ''التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل'' (۱/۴۲-۵۲)
اور اس سلسلے میں جوزجانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں ہے لہٰذا روایتِ مذکورہ کو تشیع کا الزام لگا کر رد کرنا غلط ہے۔

قارئین ان گمراہوں کو دیکھیں محدثین عظام جن سے یہ دین ہم تک پہنچا ہے ان کو بدعتی کہا جا رہا ہے
کتاب التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الأباطیل دیکھتے ہیں کہ جوزجانی بدعتی کون ہے
العلامۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن یحیٰی المعلمی العتمی الیمانی کتاب التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الأباطیل میں لکھتے ہیں

وقد تتبعت كثيراً من كلام الجوزجاني في المتشيعين فلم أجده متجاوزاً الحد ، وإنما الرجل لما فيه من النصب يرى التشيع مذهباً سيئاً وبدعة ضلالة وزيغاً عن الحق وخذلانا ، فيطلق على المتشيعين ما يقضيه اعتقاده كقوله زائغ عن القصد — سيء المذهب ونحو ذلك

اور بہت سوں نے الجوزجانی کا شیعہ راویوں کے بارے میں کلام کو بغور دیکھا ہے لیکن ان کو حد سے متجاوز نہیں پایا- اور ان صاحب (الجوزجانی) میں اگرچہ نصب تھا اور شیعت کو ایک بد مذھب اور بدعت اور ضلالت اور حق سے ہٹی ہوئی بات سمجھتے

تھے ، لیکن انہوں نے المتشیعین کے اعتقاد کے مطابق الفاظ کا اطلاق کیا ہے جیسے راہ سے ہٹا ہوا، سیء المذہب اور اس طرح کے اور الفاظ

علامہ الشیخ عبد الرحمٰن بن یحییٰ المعلمی العتمی الیمانی صاحب تو کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں !

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

لہٰذا بدعتی کی روایت اس کی بدعت کے حق میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے-ابن ماجہ کے مطابق المنھال بن عمرو نے روایت بیان کی کہ علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ

میں عبداللہ ہوں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بھائی ہوں اور میں سب سے بڑا صدیق ہوں، اس کا دعوی میرے بعد کوئی نہیں کرے گا سوائے کَذَّابٌ کے

اس پر تعلیق لکھنے والے محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحياء الكتب العربية لکھتے ہیں

في الزوائد هذا الإسناد صحيح- رجاله ثقات- رواه الحاكم في المستدرك عن المنهال

-وقال صحيح على شرط الشيخين

اس کے راوی ثقہ ہیں، حاکم نے اسکو المستدرک میں المنہال بن عمرو سے روایت کیا ہے اور کہا ہے الشیخین کی شرط پر صحیح ہے

کیا اس طرح کے تعصب سے لبریز اقوال کو بیان کرنے والے راویوں کو چھوڑ دیا جائے کہ جو بھی وہ بولیں اس کو ہم درست مان لیں- معاف کیجیے گا یہ ہمارا منہج نہیں آپ کو اس قسم کی تحقیق مبارک ھو

نورپوری منہال بن عمرو کا دفاع کرتے ہیں

⑥ امام، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، ترمذی رحمہ اللہ (209-279ھ) منہال بن عمرو کی ایک حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔'' (سنن الترمذي، تحت الحديث : 2060)

بھلا کسی ''ضعیف، مجروح اور متروک'' شخص کی حدیث حسن صحیح ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک منہال بن عمرو ثقہ راوی ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک اس کی حدیث حسن صحیح کے درجے کو پہنچتی ہے۔

منہال بن عمرو، امام شعبہ بن حجاج کے نزدیک متروک تھا- محدثین میں راویوں پر اختلاف ہونا کوئی عجوبہ بات ہے ؟ان اختلافات سے توجرح و تعدیل کی کتب بھری پڑی ہیں- امام ترمذی کے نزدیک منہال ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو لیکن امام شعبہ اس کو حدیث روایت کرنے کے قابل نہیں سمجھتے- ڈاکٹر عثمانی، امام شعبہ کی رائے سے متفق ہیں

صحیحین کے راوی

نور پوری لکھتے ہیں

③ **امام بخاری** رحمہ اللہ (194-256ھ) نے صحیح بخاری میں منہال بن عمرو سے حدیث نقل کی ہے (دیکھیں حدیث نمبر:3371)۔ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے منہال بن عمرو پر اعتماد کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث ذکر کی ہیں اور اپنی کتاب کا نام بھی ''صحیح'' رکھا ہے اور امتِ مسلمہ نے اتفاقی طور پر اس کے صحیح ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔

بخاری کا منہج یہی ہے کہ راوی کی ایسی روایت جو بدعت کے حق میں نہ ھو وہ لی جائے گی ،القسطلانی ،إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں

عدي بن ثابت الأنصاري الكوفي التابعي، المشهور- وثقه أحمد، والنسائي، والعجلي، والدارقطني إلا أنه كان يغلو في التشيع، لكن احتج به الجماعة، ولم يخرج له في الصحيح شيئًا مما يقوي بدعته

عدی بن ثابت الأنصاری الکوفی التابعی مشھور ہیں...بے شک یہ تشیع میں غلو کرتے ہیں لیکن ان سے ایک جماعت نے احتجاج کیا ہے اور بخاری نے صحیح میں ان سے کوئی روایت نہ لی جس سے انکی بدعت کو تقویت پہنچے

زاذان سے بخاری نے کوئی روایت نہیں لی اور مسلم نے زاذان کی ابن عمر سے روایت کردہ تین رولیتں لکھی ہیں وہ بھی عقیدے کے بارے میں نہیں اور جہاں تک زاذان کی براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کردہ روایت کا تعلّق ہے تو وہ تو لکھی ہی نہیں- عدی بن ثابت بھی عود روح والی روایت کا راوی ہے- بخاری نے اور روایات لکھیں لیکن اس کی عود روح والی روایت نہیں لی

معلوم ہوا کہ راوی کی تحقیق کی جائے گی اور اس کی روایت صرف شیعہ ہونے پر رد نہیں ہوتی- لیکن اگر وہ شیعہ ہے تو اس کی روایت کا متن دیکھا جائے گا کہ کہیں دعوت بدعت تو نہیں دے رہا

اسی اصول پر ہمارے نزدیک زاذان ایک بدعتی شیعہ راوی ہے اور اس کی صحیح مسلم والی روایت یا منہال بن عمرو کی بخاری میں ایک روایت پر ہمیں اعتراض نہیں ہے ہم کو عود روح والی روایت پر اعتراض ہے کہ خود بخاری و مسلم نے اس کو نہیں لکھا لہٰذا یہ عود روح والی روایت صحیح و حسن نہیں

غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی بدعت کی بحث بے کار ہے اگر وہ بدعتی بھی ہو تو بھی روایت صحیح ہے

نورپوری نے مضمون میں البانی کا حوالہ دیا ہے کہ

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جوزجانی کی جرح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَيَكْفِي فِي رَدِّ ذٰلِكَ أَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ الْبُخَارِيِّ .

''جوزجانی کے ردّ کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔''

(تحقيق الآيات البيّنات في عدم سماع الأموات، ص: 84، طبعة المكتب الإسلامي، بيروت)

غیر مقلدین کا ایک خود ساختہ اصول ہے کہ ثقہ غلطی نہیں کرتا جس کی بنا پر علم حدیث میں انہوں نے ضعیف روایات تک کو حسن و صحیح قرار دے دیا ہے

نورپوری ، ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں

''ہر منصف شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کے کسی راوی سے حدیث نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک کردار کا سچا اور حافظے کا پکا ہے، نیز وہ حدیث کے معاملے میں غفلت کا شکار بھی نہیں۔ خصوصاً جب کہ جمہور ائمہ کرام متفقہ طور پر بخاری و مسلم کی کتابوں کو 'صحیح' کا نام بھی دیتے ہیں۔ یہ مقام اس راوی کو حاصل نہیں ہو سکتا جس کی روایت صحیح (بخاری و مسلم) میں موجود نہیں۔ گویا جس راوی کا صحیح بخاری و مسلم میں ذکر ہے، وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک قابل اعتماد راوی ہے۔''

ایک صادق لہجہ راوی میں اور اس کے روایت کردہ متن میں فرق ہے- ثقہ راوی بھی معلول روایت یا شاذ روایت نقل کر سکتا ہے

ابن حجر النکت میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں

قلت : ولا يلزم في كون رجال الإسناد من رجال الصحيح أن يكون الحديث الوارد به صحيحاً ، لاحتمال أن يكون فيه شذوذ أو علة

میں کہتا ہوں اور کسی روایت کی اسناد میں اگر صحیح کا راوی ہو تو اس سے وہ حدیث صحیح نہیں ہو جاتی کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس میں شذوذ یا علت ہو

مبارک پوری اہل حدیث ہیں، ترمذی کی شرح تحفہ الاحوذی، بَاب مَا جَاءَ فِي الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُ الْهَيْثَمِيِّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ فَلَا يَدُلُّ عَلَى صِحَّتِهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ فِيهِمْ مُدَلِّسٌ وَرَوَاهُ بِالْعَنْعَنَةِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مُخْتَلِطٌ وَرَوَاهُ عَنْهُ صَاحِبُهُ بَعْدَ اخْتِلَاطِهِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ أَوْ يَكُونَ فِيهِ عِلَّةٌ أَوْ شُذُوذٌ ، قَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ فِي نَصْبِ الرَّايَةِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ ثِقَةِ الرِّجَالِ صِحَّةُ

الْحَدِيثِ حَتَّى يَنْتَفِيَ مِنْهُ الشُّذُوذُ وَالْعِلَّةُ ، وَقَالَ الْحَافِظُ اِبْنُ حَجَرٍ فِي التَّلْخِيصِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ حَدِيثِ بَيْعِ الْعِينَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِ الْحَدِيثِ ثِقَاتٍ أَنْ يَكُونَ صَحِيحًا اِنْتَهَى

اور الْهَيْثَمِيّ کا یہ کہنا کہ رجال ثقہ ہیں دلیل نہیں بنتا کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسمیں شذوذ یا علّت ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اس میں مدلس ہو جو عن سے روایت کرے۔ الزَّيْلَعِيُّ کہتے ہیں... کسی حدیث میں ثقہ راوی ہونے سے وہ صحیح نہیں ہو جاتی

معلوم ہوا کہ صحیحین کے راویوں کی وہ روایات جو صحیحین سے باہر ہیں ضعیف ہو سکتی ہیں

نورپوری جوش مخالفت میں لکھتے ہیں

> معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک منصف شخص وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم کے راویوں کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر جمہور ائمہ حدیث کی توثیق کی بنا پر ثقہ اور قابل اعتماد سمجھے۔اب ڈاکٹر عثمانی کی طرح کا جو شخص صحیح بخاری کے راویوں کو ''ضعیف، مجروح اور متروک'' کہتا ہے، وہ بقول ابن حجر، منصف نہیں، بلکہ خائن ہے۔

ابن حجر اور مبارک پوری کا حوالہ دیکھا جا سکتا ہے صحیحین کے راوی بھی معلول یا شاذ روایت کر سکتے ہیں

عقائد کا اضطراب

نورپوری اس مضمون میں لکھتے ہیں کہ روح کا جسد سے تعلق ہوتا ہے

بالکل یہی معاملہ قبر میں رُوح کے لوٹائے جانے کا ہے کہ اس رُوح کا اصل ٹھکانہ تو جنت یا جہنم ہوتا ہے،لیکن اس کا جسم کے ساتھ ایک جزوی تعلق بنا دیا جاتا ہے تا کہ رُوح کو ملنے والے ثواب وعذاب کو وہ جسم بھی محسوس کرتا رہے،جو اس کے ساتھ نیکی و بدی میں شریک تھا۔اس اعادۂ روح سے تیسری زندگی لازم نہیں آتی۔ائمہ دین نے یہ بات بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کی ہے اور ان لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس حدیث کو دو زندگیوں اور دو موتوں کے قانون کے منافی سمجھتے ہیں۔(دیکھیں شرح حديث النزول لابن تيمية، ص: 89، طبعة دار الكتب العلميّة، بيروت، حاشية ابن القيم على سنن أبي داوٗد: 65/13، طبعة دار الكتب العلميّة، الصارم المنكي في الردّ على السبكي لابن عبد الهادي، ص: 223، طبعة مؤسّسة الريّان، بيروت، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: 271/3، طبعة إدارة البحوث العلميّة، الهند)

سلف کے نزدیک یہ جزوی تعلق کس قدر قوی ہے دیکھئے-ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ

اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

ابن تیمیہ فتویٰ میں لکھتے ہیں مجموع الفتاوی ج ۳ ص ۴۱۲

أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا ، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ

بے شک میّت زندہ کا کلام سنتی ہے اور یہ واجب نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہو بلکہ یہ سنتی ہے حسب حال

قارئین آپ نے دیکھا کہ ابن تیمیہ اس بات کے قائل تھے کہ میّت زندہ کا کلام سنتی ہے—کہاں ہیں وہ جو دعوی کرتے ہیں کہ میّت صرف دفنانے والوں کی چاپ سنتی ہے-ابن تیمیہ کے نزدیک نبی صلی الله علیہ وسلم مدینہ کی قبر میں زندہ ہیں—وہ اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم میں لکھتے ہیں

وكان سعيد ين المسيب في أيام الحرة يسمع الأذان من قبر رسول الله صلى الله عليه و سلم في أوقات الصلوات وكان المسجد قد خلا فلم يبقى غيره

اور سعید بن المسیب ایام الحرہ میں اوقات نماز قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سن کر معلوم کرتے تھے اور مسجد (النبی) میں کوئی نہ تھا اور وہ بالکل خالی تھی

نعوذ باللہ من تلک الخرفات ـ افسوس کہ اللہ کے نبی کو زندہ درگور کر دیا گیا -

ابن تیمیہ اس کے بھی قائل تھے کہ (مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص) ۳۸۴

أنه صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القريب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب پکارا جانے والا سلام سنتے ہیں

کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ إصحاب الجحیم للإمام ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۶۲ دار عالم الکتب، بیروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

–فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها — فحق

پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا، سننا حق ہے

اہل حدیث حضرات کے نزدیک یہ گمراہی نہیں البتہ ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک ضرور تھی

لہٰذا عقیدہ یہ بنا کہ میّت حس و عقل رکھتی ہے سنتی ہے زائر کو پہچانتی ہے قبر کے اوپر کے حالات سے واقف ہوتی ہے

یعنی ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہ کے مطابق روح مسلسل اتی جاتی رہتی ہے !

اہل حدیث کا ایک پرانا عقیدہ

نذیر حسین نے اپنے فتوی ج ا میں کہا کہ عود روح کے بعد مردہ ، مردہ نہیں رہتا زندہ ہوتا ہے

رد کیا ہے۔ انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین - اس آیت
شریف میں بھی انکار مردوں کے سننے کا پایا جاتا ہے ان آیات مذکورہ کے سوا اور
بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے اور بجز حدیث قرع
نعال سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سننا ثابت ہوتا ہے جس وقت کہ مردہ قبر
میں نکیرین کے سوال کے جواب دینے کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس وقت
مردہ مردہ نہیں رہتا اور حدیث قلیب بدر اسی واقعہ بدر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ
حدیث بخاری ونسائی میں بلفظ الان آچکا ہے پس یہ حدیث عموم سماع موتے پر
دلالت نہیں کرتی۔ الغرض کوئی حدیث صحیح قابل اطمینان سماع موتے پر نہیں آئی
ہے اور جو ہیں وہ ضعاف ومنکرات ہیں اور آیات قرآنیہ کے خلاف اور مسائل
اربعین میں مولانا اسحق صاحب محدث نے بھی سماع موتے سے انکار کیا ہے۔
حررہ فقیر حقیر عبد الحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد ضلع اجمیر راجپوتانہ۔
سید محمد نذیر حسین

یعنی سوال اور عذاب زندہ کو ہوتا ہے

اہل حدیث کا ایک اور نیا عقیدہ

نور پوری لکھتے ہیں

ایک عقلی اعتراض

عودِ روح والی حدیث پر ایک عقلی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مرنے والا تو قیامت کے دن سے پہلے زندہ نہیں ہوگا۔ جسم سے رُوح نکلے تو وہ مردہ ہوگا اور اگر رُوح ڈال دی جائے تو وہ زندہ ہو جائے گا؟ پھر قبروں والے مردہ تو نہ رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں رُوح کا جسم کے ساتھ اتصال کامل نہیں ہوتا، بلکہ جزوی قسم کا ہوتا ہے جس سے مردہ دنیاوی زندگی کی طرح زندہ نہیں ہوتا۔ وہ مردہ ہی رہتا ہے۔ یوں کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ سوئے ہوئے زندہ انسان کی رُوح نکال لی جاتی ہے لیکن وہ زندہ ہی رہتا ہے۔ چونکہ رُوح کا یہ خروج کامل نہیں ہوتا، لہٰذا اسے حقیقی مَوت نہیں کہا جاتا اور سویا ہوا انسان زندہ ہی کہلاتا ہے، مردہ نہیں کہلاتا۔

داماناوی اپنی کتاب عذاب القبر میں لکھتے ہیں

بھائی کس نے آپ سے کہہ دیا کہ وہ مردہ نہیں ہے۔افسوس صد افسوس آپ کی عقل پر تو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے یہاں بات تو ساری میت (مردہ) ہی کے بارے میں ہو رہی ہے۔راحت قبر یا عذاب قبر زندہ کو تو نہیں ہوتا۔مرنے کے بعد سے قیامت تک کے تمام مراحل سے مردہ ہی گزرتا ہے اب اس کی اس حیات کو جس میں وہ راحت و آرام سے گزرے یا عذاب سے اسے قبر کی زندگی کہہ لیں یا برزخی زندگی کہہ لیں بات تو ایک ہی بنتی ہے

یعنی عذاب مردہ کو ہوتا ہے ؟

ماضی میں مردہ جسد کو عذاب و راحت کا عقیدہ اہل سنت کا نہیں تھا یا تو صرف روح پر عذاب کے قائلین تھے یا پھر روح و جسم دونوں پر عود روح کے بعد عذاب کے قائلین تھے۔الشوکانی کتاب الفتح الرباني من فتاوى الإمام الشوكاني، مكتبة الجيل الجديد، صنعاء – اليمن میں فتوی دیتے ہیں

أنه قد ثبت بالأحاديث المتواترة عذاب القبر لمن يستحقه، ومعلوم أنه لا يعذب إلا وروحه معه، وإدراكه، ولو لم يكن كذلك لكان العذاب الواقع على مجرد الجسم بلا روح ولا إحساس ليس بعذاب، لأن إدراك الألم واللذة مشروط بوجود ما به الإدراك– وإلا فلا إدراك لمن ليس له حياة ولا إحساس لمن لا روح له–

اور بے شک متواتر احادیث سے عذاب القبر ثابت ہے اس کے لئے جو اس کا مستحق ہو اور یہ معلوم ہے کہ عذاب نہیں ہوتا الا یہ کہ روح ساتھ ہو اور ادرک ہو اور اگر ایسا نہ ہو کہ روح نہ ہو تو یہ عذاب صرف جسم پر بلا روح اور بغیر احساس کے واقع ہوا، جو عذاب نہیں ، کیونکہ الم اور لذت کا ادرک مشروط ہے اس وجود سے جس کو ادرک بھی ہو-اور اگر ایسا نہ ہو (کہ روح نہ ہو تو) پس ادرک نہیں ہے مگر اس میں جس میں زندگی ہو، اور جس میں روح نہ ہو اس میں احساس نہیں ہے-

النووی، شرح المسلم میں لکھتے ہیں

الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

معذب ، اہل السنت کے نزدیک جسد بعینہٖ ہے یا اس کے بعض حصے اس میں إِعَادَةِ الرُّوح ہونے کے بعد اور اس کی مخالفت کی ہے محمّد بن جریر اور عبد للہ بن کرام اور ایک گروہ نے اور کہا کہ إِعَادَةِ الرُّوح عذاب کی شرط نہیں- ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ فاسد قول ہے بے شک الم و احساس زندہ کے لئے ہے

امام النووی کے حساب سے داماناوی اور نور پوری دونوں کرامیہ میں سے ہیں- شیخ الکل نذیر حسین کہتے ہیں عود روح کے بعد مردہ، مردہ نہیں رہتا جبکہ داماناوی صاحب کا اسرار ہے مردہ رہتا ہے- اہل حدیث فرقہ الشوکانی کو بھی دلائل میں پیش کرتا ہے جبکہ ان کا عقیدہ ہی الگ ہے- ہمارا مشورہ ہے کہ پہلے خود قرع اندازی کر لیں کہ کیا صحیح عقیدہ ہے اس کے بعد مبارزت طلبی کیجئے گا

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ عذاب وراحت اور سوال الملکین سب روح سے ہوتا ہے جو اہل سنت کا ہی عقیدہ ہے

امام الأشعری (المتوفی: 324ھ) اپنی کتاب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

واختلفوا في عذاب القبر: فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من أثبته وهم أكثر أهل الإسلام، ومنهم من زعم أن الله ينعم الأرواح ويؤلمها فأما الأجساد التي في قبورهم فلا يصل ذلك إليها وهي في القبور

اور عذاب القبر میں انہوں نے اختلاف کیا: پس ان میں سے بعض نے نفی کی اور یہ المعتزلة اور الخوارج ہیں — اور ان میں سے کچھ نے اثبات کیا ہے اور یہ اکثر اہل اسلام ہیں اور ان میں سے بعض نے دعوی کیا ہے کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے اور جسموں کو جو قبروں میں ہیں ان تک نہیں پہنچتا

معلوم ہوا صرف روح پر عذاب کے قائلین ابن حزم سے پہلے بھی تھے لہذا بعض کا یہ دعوی کہ عود روح کا انکار سب سے پہلے ابن حزم نے کیا باطل ہے-

ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں کہ

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا (نہ کہ حقیقا) قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا) آگ کے عذاب سے تکلیف میں

إبو الفضل إحمد بن علی بن محمد بن إحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ) ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں جو کتاب الإمتاع بالأربعين المتباينة السماع / ويليه أسئلة من خط الشيخ العسقلاني **میں إبو عبد اللہ محمد حسن محمد حسن إسماعیل الشافعی کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیة- بیروت — لبنان سے چھپا ہے-اس میں لکھتے ہیں**

أما روح الْمَيِّت ففارقت جسده فراقا كليا لَكِن يبْقى لَهَا بِهِ اتِّصَال مَا بِهِ يَقع إِدْرَاك لبدن الْمُؤمن التَّنْعِيم وَإِدْرَاك الْكَافِر التعذيب لِأَن النَّعيم يَقع لروح هَذَا وَالْعَذَاب يَقع لروح هَذَا وَيدْرك ذَلِك الْبدن على مَا هُوَ الْمَذْهَب الْمُرَجح عِنْد أهل السّنة فَهُوَ أَن النَّعيم وَالْعَذَاب فِي البرزخ يَقع على الرّوح والجسد وَذهب فريق مِنْهُم على أَنه يَقع على الرّوح فَقَط فقد وَردت آثَار كتبت فِي منامات عديدة تبلغ التَّوَاتُر الْمَعْنَوِيّ فِي تَقْوِيَة الْمَذْهَب الرَّاجِح أورد مِنْهَا الْكثير أَبُو بكر بن أبي الدُّنْيَا فِي كتاب الْقُبُور وَأَبُو عَبْد اللَّهِ بْن مَنْدَه فِي كتاب الرّوح وَذكر الْكثير مِنْهَا ابْن عبد الْبر فِي الاستذكار وَعبد الْحق فِي الْعَاقِبَة وَغَيرهم وَهِي إِن كَانَت لَا تنهض للحجة لَكِنَّهَا مِمَّا تصلح أَن يرجح بِهِ وَإِذا تقرر ذَلِك فَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح وَالْبدن مَعًا يَقُول إِن الْمَيِّت يعرف من يزوره وَيسمع من يقْرَأ عِنْده إِذْ لَا مَانع من ذَلِك وَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح فَقَط وَلَا يمْنَع ذَلِك أَيْضا إِلَّا من زعم مِنْهُم أَن الْأَرْوَاح المعذبة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ والأرواح المنعمة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ فقد

ذهب إِلَى ذَلِك طوائف من النَّاس وَالْمَشْهُور خِلَافه وَسَنذكر فِي السُّؤَال الرَّابِع أَشْيَاء تقَوِّي الْمَذْهَب الرَّاجِح وَالله الْمُوفق

پس جہاں تک میت کی روح کا تعلق ہے تو وہ کلی طور پر جسم سے الگ ہو جاتی ہے لیکن اس کا جسم سے تعلق باقی رہ جاتا ہے جس سے اگر مومن ہو تو راحت کا احساس ہوتا ہے اور کافر کو عذاب کا ادرک ہوتا ہے کیونکہ بے شک راحت روح کو ہوتی ہے اور عذاب بھی روح کو ہوتا ہے اور بدن اس کا ادرک کرتا ہے جو مذھب راجح ہے اہل سنت کے ہاں کہ عذاب و راحت البرزخ میں روح کو اور جسد کو ہوتا ہے اور ایک فریق کا مذھب ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے لیکن مذھب راجح کو تقویت ملتی ہے ان اثار سے جو نیند کے حوالے سے تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور کچھ روایات جن کو ابن ابی دنیا نے کتاب القبور میں اور ابو عبد اللہ ابن مندہ نے کتاب الروح میں اور ان میں سے بہت سوں کو ابن عبد البر نے الاستذکار میں اور عبد الحق نے کتاب الْعَاقِبَة میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ ... بے شک عذاب و راحت روح اور اس کے ساتھ بدن کو ہوتا ہے کہا ہے کہ بے شک میت اپنے زائر کو جانتی ہے اور اپنے پاس قرات سنتی ہے اور اسمیں کچھ مانع نہیں ہے اور جس نے کہا یہ کہ صرف روح کو عذاب و راحت ہوتی ہے تو اس کو ماننے میں بھی کچھ مانع نہیں سوائے اس کے کہ ارواح عذاب میں ہیں اور یا راحت میں مشغول ہیں اور اس طرف ایک خلقت کا مذھب ہے اور مشہور اس کے خلاف ہے

راجح مذھب کس طرح کی کمزور روایات کے بل پر کھڑا کیا گیا ہے اپ دیکھ سکتے ہیں ابن ابی الدنیا اور کتاب الْعَاقِبَة الاستذکار وغیرہ- راجح مذھب اصل میں کمزور روایات کے بل پر گھڑا گیا ہے اور اسی عینک سے صحیح روایات کی غلط تعبیر کی گئی ہے

محمد أنور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری الہندی (المتوفی: 1353ھ) کتاب العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں لکھتے ہیں

ثم لأهل السنة قولان؛ قيل: إن العذاب للروح فقط، وقيل: للروح والجسد والمشهور الثاني

پھر اہل السنہ ہے دو قول ہیں: کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہے اور کہتے ہیں روح و جسد کو ہے اور دوسرا قول مشہور ہے

کسی قول کا مشہور ہونا اس کی دلیل نہیں کہ وہ صحیح عقیدہ ہے- چودہ سو سال کی شہادت آپ کے سامنے ہے ہر دور میں صرف روح پر عذاب کے قائل رہے ہیں

قارئین اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے- شوق گل بوسی میں کانٹوں پر لب رکھئے یا اللہ اور اس کی کتاب جو تقاضہ کرتی ہے اس کو مانیے

ایک کوشش اور

قرآن سے متصادم ایک منکر روایت جس میں مردے میں روح کے انے کا ذکر ہے اس کا دفاع فرقہ پرستوں کے پلیٹ فارم سے ہوتا رہتا ہے اگرچہ وہ اس روایت کو صحیح کہتے اس کے راویوں کا دفاع کرتے ہیں لیکن اس روایت کے متن کو پیش کر کے اس پر بحث نہیں کرنا چاہتے کہ اس میں کیا کیا منکرات بیان ہوئی ہیں۔اس روایت کا متن نکارت رکھتا ہے اس کا اقرار خود فرقوں کے امام امام الذھبی نے کیا ہے

پہلے ہم دفاع شیعہ راویان کی چند جدید کوششوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ اہل حدیث عالم نورپوری مضمون حدیث عود روح، ایک غیر جانبدارانہ تجزیہ میں لکھتے ہیں

مختلف ادوار کے ایک درجن سے زائد محدثین اور اہل علم کی طرف سے اس حدیث کی صحت کی توثیق ہو چکی ہے۔ کسی ایک بھی اہل فن محدث نے اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔ اہل سنت والجماعت کا ہر دور میں اتفاقی طور پر یہی عقیدہ رہا ہے، لیکن موجودہ دور میں ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اس کے دو راویوں منہال بن عمرو اور زاذان ابو عمر کے بارے میں جرح ذکر کی ہے

راقم کہتا ہے دوسری طرف محدثین میں امام شعبہ نے المنھال کو متروک قرار دیا اس کی حدیث لینا چھوڑ دیا تھا۔ امام الذھبی نے سیر الاعلام النبلاء میں لکھا ہے اس میں غرایب باتیں اور منکر باتیں ہیں

حَدِيْثُهُ فِي شَأْنِ القَبْرِ بِطُوْلِهِ فِيْهِ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ

قبر کے بارے میں طویل روایت میں نکارت اور غرابت ہے ۔

ابن حبان کہتے ہیں عود روح والی روایت کی سند میں انقطاع ہے۔

خبر الأعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سمعه الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو

الأعمش کی خبر ، المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سے اصل میں الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو سے ہے ۔

ابن حبان کے نزدیک حدیث عود روح کی سند میں تدلیس کی گئی ہے۔ نورپوری صاحب نے المنھال بن عمرو کے دفاع کی بھی بھرپور کوشش کی ہے، چناچہ وہ عینی کی معانی الاخیار فی شرح إسامی رجال معانی الآثار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جوزجانی نے ۔اس کو سئی المذہب (سئی مذھب والا) قرار دیا ہے

اس کو صریح تحریف کہتے ہیں- نور پوری نے کرم خوردہ، ناقص نسخوں سے استفادہ کیا— سیء المذہب (بد مذھب) کے الفاظ ابن حجر نے فتح الباری اور تہذیب التنذیب وغیر ہمیں نقل کیے ہیں جو عینی کے ہم عصر ہیں
جوزجانی نے المنھال کو سیء المذہب (بد مذھب) قرار دیا ہے- جوزجانی یہ الفاظ شیعہ راویوں کے لئے بولتے ہیں- جوزجانی کی کتاب احوال الرجال حدیث اکادمی —فیصل آباد سے چھپ چکی ہے اس میں کو سنی المذہب (سنی مذھب والا) کے الفاظ موجود نہیں- سیء المذہب (بد مذھب) جوزجانی کی جرح کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جو انہوں نے اور راویوں کے لئے بھی استعمال کیے ہیں
اگرچہ متاخرین میں ابن حجر نے جوزجانی کی جرح کو بلا دلیل رد کیا ہے لیکن العلامۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن یحیٰی المعلمی العتمی الیمانی کتاب التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الأباطیل میں لکھتے ہیں

وقد تتبعت كثيراً من كلام الجوزجاني في المتشيعين فلم أجده متجاوزاً الحد ، وإنما الرجل لما فيه من النصب يرى التشيع مذهباً سيئاً وبدعة ضلالة وزيغاً عن الحق وخذلانا ، فيطلق على المتشيعين ما يقضيه اعتقاده كقوله زائغ عن القصد — سيء المذهب ونحو ذلك

اور بہت سوں نے الجوزجاني کا شیعہ راویوں کے بارے میں کلام کو بغور دیکھا ہے لیکن ان کو حد سے متجاوز نہیں پایا— اور ان صاحب (الجوزجاني) میں اگرچہ نصب تھا اور شیعت کو ایک بد مذھب اور بدعت اور ضلالت اور حق سے ہٹی ہوئی بات سمجھتے تھے ، لیکن انہوں نے المتشيعين کے اعتقاد کے مطابق الفاظ کا اطلاق کیا ہے جیسے راہ سے ہٹا ہوا، سيء المذهب اور اس طرح کے اور الفاظ

علامہ الشیخ عبد الرحمٰن بن یحیٰی المعلمی العتمی الیمانی صاحب تو کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں

المنھال ایک متعصبی شیعہ ہے —ابن ماجہ کے مطابق المنھال بن عمرو نے روایت بیان کی کہ علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا
أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ
میں عبد اللہ ہوں اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا بھائی ہوں اور میں سب سے بڑا صدیق ہوں، اس کا دعوی میرے بعد کوئی نہیں کرے گا سوائے كَذَّابٌ کے

اس پر تعلیق لکھنے والے محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحياء الكتب العربية لکھتے ہیں
في الزوائد هذا الإسناد صحيح– رجاله ثقات– رواه الحاكم في المستدرك عن المنهال وقال صحيح على شرط الشيخين

اس کے راوی ثقہ ہیں، حاکم نے اسکو المستدرک میں المنهال بن عمرو سے روایت کیا ہے اور کہا ہے الشیخین کی شرط پر صحیح ہے

اس روایت سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے

افسوس إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة میں ابن حجر نے اس کو صحیح کہا ہے

.حَدِيثٌ (كم) : أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الأَكْبَرُ . . . . الْحَدِيثَ
كم فِي الْمَنَاقِبِ: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ. ح وَثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي دَارِمٍ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَبْسِيُّ، قَالا: ثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، ثنا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْهُ، :بِهِ. وَقَالَ
.[ص:466] صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا

الذھبی نے تلخیص میں حاکم پر جرح کرتے ہوئے کہا

قلت: كذا قال! وما هو على شرط واحد منهما، بل ولا هو صحيح، بل هو حديث باطل، فَتَدَبَّرْه،
میں کہتا ہوں ایسا حاکم نے کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے بلکہ یہ تو صحیح تک نہیں بلکہ باطل ہے اس پر غور کرو

لوگوں نے اس روایت پر عباد بن عبد الله الأسدي کو الزام دیا ہے جس کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور العجلی کہتے ہیں کوفیٌّ تابعیٌّ ثقةٌ ہے۔اس سے سننے والا المنہال ہے

نور پوری کا جوابا کہنا ہے کہ ادب المفرد از امام بخاری میں المنہال نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین کہا ہے اور رضی اللہ عنہا کی دعا بھی دی ہے

راقم کہتا ہے کہ حدیث لٹریچر میں غالی سے غالی راوی بھی یہ دعائیہ الفاظ نقل کرتا ہے اور شیعہ کتب میں بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ ازواج النبی کے لئے قرآن میں ہے کہ امت کی مائیں ہیں لہٰذا اس ٹائٹل کو وہ رد نہیں کرتے۔اس کی مثال ہے۔ اہل سنت کی کتب میں وارد ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث پر شیعوں نے تنقید کی ہے۔کتاب کے عنوان میں ہی ام المومنین لکھا ہے

كتاب أحاديث أم المؤمنين عائشة از السيد مرتضى العسكري

ملا باقر مجلسی نے بھی ام المومنین لکھا ہے ملاحظہ کریں

[226] بحار الانوار/جزء 32/صفحة

[245] بحار الانوار/جزء 33/صفحة

[332] بحار الانوار/جزء 33/صفحة

[141] بحار الانوار/جزء 42/صفحة

دوم دعا رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کلمات پبلشر آجکل حدیث کا جو نسخہ چھپتا ہے اس میں خود ہی لگا دیتے ہیں –اس کی مثال ہے کہ جرح و تعدیل کی کتب میں رضی اللہ عنہ لکھا ہوا نہیں ملتا لیکن احادیث کی کتب چونکہ عام لوگوں کے لئے ہیں ان میں اس لاحقہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے

سوم شیعہ کا تقیہ کرنا معلوم ہے تو اس سے مطلق ثابت نہیں ہوتا کہ المنہال ایک بدعتی نہیں تھا جبکہ اہل شہر کا اس پر قول ہے یہ بد مذھب تھا

اسی ادب المفرد کی روایت کی ایک سند ہے

عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

یہاں زاذان نے ابن عمر کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا لاحقہ کیوں نہیں لگایا؟

اسی ادب المفرد میں ہے

عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَدَعَا بِغُلَامٍ لَهُ كَانَ ضَرَبَهُ

زاذان نے کہا ہم ابن عمر کے ساتھ تھے انہوں نے لڑکے کو بلا کر اس کو مارا

اس قسم کے حوالہ جات سے کچھ ثابت نہیں ہوتا- نور پوری نے اقرار کیا کہ بعض سندوں میں زاذان نے سیدنا علی کے بارے میں "امیر المؤمنین" یا "رضی اللہ عنہ" کا لفظ نہیں بولا- اس سے نور پوری نے سمجھا کہ زاذان علی کو دعا نہیں دیتا تھا لیکن عمر

رضی اللہ عنہ کو دیتا تھا جس سے ثابت ہوا وہ شیعہ نہیں تھا- راقم کہتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک علی تو امام زمانہ ہیں اور باقی کو دعا کی ضرورت ہے اس لئے تقیہ اختیار کیا- بہر حال یہ مثالیں جو نور پوری لے کر آئے ہیں ان کو اگر تمام غالی راویوں پر لگایا جائے تو کوئی بھی غالی نہ رہے گا سب علی کے خاص احباب بن جائیں گے کیونکہ آجکل پبلشر نے ہر روایت ، میں اپنی طرف سے رضی اللہ عنہ و رضی اللہ عنہما لکھ دیا ہے- نور پوری نے عثمانی صاحب پر جرح کی کہ انہوں نے تعویذ پر کتاب میں شیعہ یحییٰ بن جزار سے روایت کیوں لی جبکہ غالی قسم کا شیعہ تھا- راقم کہتا ہے ہم اگر نوری پوری تحقیق کا انداز یہاں اپلائی کرتے ہیں —

کتاب المعجم ابو یعلی میں سند ہے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ النِّيلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ‘‘ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا، وَأَدَّى فِيهِ الْأَمَانَةَ يَعْنِي: سَتَرَ مَا يَكُونُ عِنْدَ ذَلِكَ كَانَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ’’. قَالَتْ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِيَلِهِ «أَقْرَبُكُمْ مِنْهُ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ، فَإِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ فَرَجُلٌ مِمَّنْ تَرَوْنَ أَنَّ عِنْدَهُ وَرَعًا وَأَمَانَةً

سند میں يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ خود عَائِشَةَ، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهَا کہہ رہے ہیں تو نور پوری کے اصول پر یہ غالی نہیں ہو سکتے

شرح معانی الآثار میں سند ہے

حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ يَعْنِي ابْنَ خَلَفٍ الطَّبَرَانِيَّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ

یہاں بھی دعا کی گئی ہے

معلوم ہوا کہ نور پوری اصولوں پر یحییٰ بن جزار غالی نہیں تھا- راقم کا مدعا نور پوری تحقیق کی بے بضاعتی کو ظاہر کرنا ہے کہ کھوکلے ستونوں پر کھڑی ہے- راقم کہتا ہے اہل حدیث مولوی جب جی چاہتا ہے خود راوی کی شیعیت کو جرح بنا کر پیش کر دیتے ہیں مثلا امام بخاری کے استاد محدث علی بن الجعد کا ذکر زبیر علی زئی نے تراویح سے متعلق ایک روایت پر قیام رمضان نامی مضمون میں اس طرح کیا

جواب: یہ روایت علی بن الجعد کی مسند (ح ۲۸۲۵) میں بھی موجود ہے تاہم علی بن الجعد (ثقہ علی الراجح) پر بذات خود جرح ہے، علی بن الجعد مذکور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت تنقید کرتا تھا وہ کہتا تھا: ''مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو عذاب دے''

(دیکھئے تہذیب التہذیب ۷/۲۵۷)

صحیح بخاری میں اس کی چودہ احادیث ہیں جو کہ متابعات میں ہیں۔

(دیکھئے میرا رسالہ: امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۵)

تنبیہ: اس روایت میں قیام کرنے والوں کا تعارف نامعلوم ہے۔ یہ نامعلوم لوگ اگر اپنے گھروں میں نفل سمجھ کر بیس رکعات پڑھتے تھے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا کیا تعلق ہے؟ دیوبندیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ''تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں''

نور پوری کا کہنا ہے کہ جرح و تعدیل اور صحت و سقم حدیث کی معرفت ابن حزم رحمہ اللہ کا میدان نہیں تھا۔ راقم کہتا ہے ابن تیمیہ و ابن قیم بھی محض ناقل ہیں اور رہی بات امام حاکم کی تو ان پر محدثین نے سخت اعتراضات کیے ہیں مثلا وسیلہ کی شرکیہ روایات کو صحیح قرار دینے پر – خود ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ مستدرک لکھتے وقت ان کی دماغی حالت صحیح نہیں تھی

نور پوری لکھتے ہیں زاذان کی روایات کو چھوڑنے والے امام حکم بن عتیبہ شیعہ تھے۔ بقول نور پوری

زاذان کا شیعہ ہونا تو ثابت نہیں ہوا، البتہ امام حکم کا شیعہ ہونا ثابت ہے، جیسا کہ امام، ابو الحسن، احمد بن عبد اللہ، عجلی (م 261ھ) فرماتے ہیں

. وكان فيه تشيع، إلا أنّ ذلك لم يظهر منه إلا بعد مؤته

ان میں شیعیت تھی، البتہ اس کا علم ان کی وفات کے بعد ہی ہو سکا۔

[تاریخ الثقات، ص: 125، ت: 315، طبعۃ دار الباز]

ذرا سوچیں کہ بھلا کوئی شیعہ اپنے مذہب کا پرچار کرنے والے کسی شیعہ پر کیوں جرح کرے گا؟ اور فیصلہ کریں کہ ڈاکٹر عثمانی نے کتنے فیصد انصاف سے کام لیا ہے

راقم کہتا ہے نور پوری کو علم نہیں کہ خود عجلی بھی شیعہ کہے گئے ہیں اور وہ اگر شیعہ تھے تو وہ الحکم پر جرح نہیں ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ شیعہ تو عام لفظ ہے جو لشکر علی پر بولا جاتا تھا جس میں غالی ابن سبا بھی تھا اور زاذان بھی اور اصحاب رسول بھی – یہ سب شیعان علی تھے۔ ظاہر ہے جب محدث شیعہ کہتا ہے تو اس کے پیچھے شواہد ہوتے ہیں اور زاذان کو شیعہ خود ابن حجر نے قرار دیا ہے

البتہ نور پوری کا قول ہے

حقیقت وہی ہے جو ہم نے ابن حجر کے بقول بیان کر دی ہے کہ راوی اگر سچا ہو تو اس کا شیعہ ہونا اس کی روایت کو نقصان نہیں دیتا۔ لہٰذا زاذان کا شیعہ ہونا اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں آتی

راقم کہتا ہے خود متقدمین شیعہ کے لئے ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں غالی کا اطلاق کیا ہے

مثلا

عدي بن ثَابت الْأنْصَارِيّ الْكُوفِي التَّابِعِيّ الْمَشْهُور پر الدَّارَقُطْنِيّ نے کہا كَانَ يغلو فِي التَّشَيُّع

تشیع میں غلو کرتا تھا

اس حوالے کو ابن حجر نے بھی فتح الباری میں تہذیب التھذیب میں لکھا ہے

عَبْدِ اللہ بن الکَواء، جو علی کے اصحاب میں سے ہے اس پر ابن حجر نے فتح الباری ج ص ۸۷ پر لکھا ہے

وَإِنَّمَا كَانَ يَغْلُو فِي الرَّفْضِ بے شک یہ رفض میں غلو کرتا

دوسری طرف ابن حجر نے تشیع کی تعریف اس طرح کی

تہذیب التہذیب از ابن حجر ترجمہ ابان بن تغلب

فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان, وأن عليا كان مصيبا في حروبه وأن مخالفه

مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما, وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله –صلى الله عليه آله

وسلم–, وإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا, لا سيما إن كان غير داعية, وأما

التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة

پس تشیع (شیعیت) کا مطلب متقدمین کے نزدیک علی کی عثمان پر فضیلت کا اعتقاد رکھنا ہے، اور یہ کہ بے شک علی اپنی جنگوں میں حق پر تھے اور انکے مخالف غلطی پر، ساتھ ہی شیخین (ابو بکر اور عمر) کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا، اور ان میں سے بعض کا کبھی یہ اعتقاد رکھنا کہ علی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل مخلوق ہیں اور اگر یہ عقیدہ ھو اور وہ شیعہ راوی مجتہد، دین میں صادق ھو تو اس وجہ سے اس کی روایت رد نہیں کی جائے گی، خاص طور سے اگر داعی نہ ھو، اور تشیع متاخرین کے نزدیک محض رفض ہے پس اس رافضی، غالی کی نہ روایت لی جائے اور نہ کوئی عزت کی جائے

اس سے نتیجہ نکلا کہ جو علی سے محبت کرے وہ شیعہ ہے اور غالی شیعہ یا رافضی وہ ہے جو ابو بکر اور عمر پر علی کی فضیلت کا اعتقاد رکھے

اس پیرا گراف پر فرقہ پرستوں کا فہم ہے کہ تابعین میں رافضی نہیں تھے جبکہ حوالہ جات دے دیے گئے ہیں خود ابن حجر نے اصحاب علی میں رافضی کے وجود کا اقرار کیا ہے

نورپوری ابن حبان کے خلاف ایک مصنوعی ماحول پیدا کر کے لکھتے ہیں

تیسری بات یہ کہ اگر امام ابن حبان رحمہ اللہ کبار ائمہ دین کی موافقت میں منہال بن عمرو کی حدیث کو صحیح قرار دیں تو ڈاکٹر عثمانی اس کا ذکر تک نہ کریں اور جب وہ ان سب کی مخالفت میں زاذان پر جرح کریں تو ڈاکٹر عثمانی جھٹ سے اسے قبول کر لیں، حالانکہ وہ خود اسے ثقہ بھی قرار دے چکے ہوں اور اس کی حدیث کو صحیح بھی کہہ چکے ہوں، کیا اسے انصاف کہتے ہیں؟

راقم کہتا ہے ابن حبان نے تو عود روح کی روایت کو منقطع قرار دیا ہے

صحیح ابن حبان میں ابن حبان لکھتے ہیں وزاذان لم يسمعه من البراء اور زاذان نے البراء سے نہیں سنا

ڈاکٹر عثمانی نے ابو احمد الحاکم کے قول پر کہا ہے کہ زاذان محدثین کے نزدیک مظبوط نہیں

مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ أَحْمَدَ بنِ إِسْحَاقَ النَّيْسَابُوْرِيُّ ، أبو أحمد الحاكم المتوفى ۳۷۸ھ ہیں الذھبی کہتے ہیں وَكَانَ مِنْ بُحُورِ العِلْمِ علم کا سمندر تھے (سیر الاعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳٦٦ دار الحدیث)۔ لیکن جدید محدث نورپوری ان کی علمی حیثیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں

یہ بات ابو احمد الحاکم کی علمی لغزش ہے۔ وہ اہل علم کون ہیں جنھوں نے زاذان کو کمزور کہا ہو

ظاہر ہے سن ۳۷۸ھ سے پہلے زاذان محدثین کے نزدیک مضبوط راوی نہیں تھا۔ خاص کر نیشاپور میں اس پر تنقید کی جاتی ہے یہ اور بات ہے بغداد کے ابن معین یا احمد نے اس کو ثقہ کہا۔ یہ اختلاف محدثین میں اس دور میں حدیث زاذان پر موجود تھا اور اس کو متاخرین کی ثقاہت سے رد نہیں کیا جا سکتا

ابو احمد الحاکم کے ہم عصر ابن حبان نے بھی زاذان کو وہمی اور بہت غلطیاں کرنے والا قرار دیا ہے۔ نورپوری کہتے ہیں

اگر زاذان شیعہ ہیں بھی تو اس سے مراد فقہ جعفریہ کے ماننے والے شیعہ نہیں۔

راقم کہتا ہے یہ قول محض گمان ہے کیونکہ روافض خود زاذان کو اپنے جیسوں میں شمار کرتے ہیں۔ کیا عقیدہ رجعت شیعوں کا عقیدہ نہیں ہے؟ اور حدیث عود روح میں اسی روح کے واپس آنے کا قبر میں قیامت تک رہنے کا ذکر ہے

صحیحین کے راوی

نورپوری نے ابن حجر کی بات کو صحیح طرح سمجھا بھی نہیں اور بیان کر دیا لکھتے ہیں

ابن حجر رحمہ اللہ (م: 852ھ) فرماتے ہیں

ينبغي لكل منصف ان يعلم ان تخريج صاحب الصحيح لاي راو، كان مقتض لعدالته عنده، وصحة ضبطه، وعدم غفلته، ولا سيما ما انضاف إلى ذلك من إطباق جمهور الأئمة على تسمية الكتابين بالصحيحين، وهذا معنى لم يحصل لغير من خرج عنه في الصحيح، فهو بمثابة اطباق الجمهور على تعديل من ذكر فيها

ہر منصف شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری و مسلم کے کسی راوی سے حدیث نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک کردار کا سچا اور حافظے کا پکا ہے، نیز وہ حدیث کے معاملے میں غفلت کا شکار بھی نہیں۔ خصوصاً جب کہ جمہور ائمہ کرام متفقہ طور پر بخاری و مسلم کی کتابوں کو "صحیح" کا نام بھی دیتے ہیں۔ یہ مقام اس راوی کو حاصل نہیں ہو سکتا جس کی روایت صحیح (بخاری و مسلم) میں موجود نہیں۔ گویا جس راوی کا صحیح بخاری و مسلم میں ذکر ہے، وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک قابل اعتماد راوی ہے۔" [فتح الباری شرح صحیح البخاری: 1/384، طبعۃ دار المعرفۃ، بیروت]

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک منصف شخص وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم کے راویوں کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر جمہور ائمہ حدیث کی توثیق کی بنا پر ثقہ اور قابل اعتماد سمجھے۔ اب ڈاکٹر عثمانی کی طرح کا جو شخص صحیح بخاری کے راویوں کو "ضعیف، مجروح اور متروک" کہتا ہے، وہ بقول ابن حجر، منصف نہیں، بلکہ خائن ہے۔

نورپوری کے نزدیک جو بھی المنہال کو ضعیف کہے وہ خائن ہے — دوسری طرف ابن حجر النکت میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں

قلت : ولا يلزم في كون رجال الإسناد من رجال الصحيح أن يكون الحديث الوارد به صحيحاً ، لاحتمال أن يكون فيه شذوذ أو علة

میں کہتا ہوں اور کسی روایت کی اسناد میں اگر صحیح کا راوی ہو تو اس سے وہ حدیث صحیح نہیں ہو جاتی کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس میں شذوذ یا علت ہو

مبارک پوری اہل حدیث ہیں، ترمذی کی شرح تحفہ الاحوذی، بَاب مَا جَاءَ فِي الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُ الْهَيْثَمِيِّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ فَلَا يَدُلُّ عَلَى صِحَّتِهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ فِيهِمْ مُدَلِّسٌ وَرَوَاهُ بِالْعَنْعَنَةِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مُخْتَلِطٌ وَرَوَاهُ عَنْهُ صَاحِبُهُ بَعْدَ اخْتِلَاطِهِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ أَوْ يَكُونَ فِيهِ عِلَّةٌ أَوْ شُذُوذٌ ، قَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ فِي نَصْبِ الرَّايَةِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ ثِقَةِ الرِّجَالِ صِحَّةُ الْحَدِيثِ حَتَّى يَنْتَفِيَ مِنْهُ الشُّذُوذُ وَالْعِلَّةُ ، وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي التَّلْخِيصِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ حَدِيثِ بَيْعِ الْعِينَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِ الْحَدِيثِ ثِقَاتٍ أَنْ يَكُونَ صَحِيحًا انْتَهَى

اور الْهَيْثَمِيِّ کا یہ کہنا کہ رجال ثقہ ہیں دلیل نہیں بنتا کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسمیں شذوذ یا علّت ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اس میں مدلس ہو جو عن سے روایت کرے۔الزَّيْلَعِيُّ کہتے ہیں... کسی حدیث میں ثقہ راوی ہونے سے وہ صحیح نہیں ہو جاتی

معلوم ہوا کہ صحیحین کے راویوں کی وہ روایات جو صحیحین سے باہر ہیں ضعیف ہو سکتی ہیں اس کی مثال ہے کہ کفایت اللہ سنابلی جو اہل حدیث میں نور پوری کے استاد کی طرح ہیں ن کے نزدیک المنھال کی روایت صحیح نہیں ہے اس کا شمار ضعیف راویوں میں کیا گیا ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱) نے کہا:

وَمَا قَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ **الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو**، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "النَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قربانی عید کے بعد دو دن ہے اور سب سے افضل عید کے دن قربانی ہے[أحكام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۵]۔

یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں "المنہال بن عمرو" ہیں۔

یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے، عام حالات میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو۔

چاردن قربانی کی مشروعیت ۱

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

اور جو چوپائے اللہ نے ان کو دیے ہیں خاص دنوں میں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔

(الحج ۲۸)

چاردن قربانی کی مشروعیت

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

نشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی۔

کتاب التلخیص الحبیر میں ابن حجر لکھتے ہیں

لا يلزم من كون رجاله ثقات أن يكون صحيحا؛ لأن الأعمش مدلِّس ولم يذكر سماعه من عطاء

ثقہ رجال ہونے سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی کیونکہ اس میں اعمش ہے جس نے عطا سے سماع کا ذکر نہیں کیا

قارئین نوٹ کریں کہ اعمش صحیحین کے راوی ہیں لیکن ابن حجر روایت رد کر رہے ہیں- فتح الباری کے مقدمہ انیس الساری کا حاشیہ لکھنے والے نبیل بن مَنصور بن يَعقوب البصارة، ابن حجر کا قول پیش کرتے ہیں

لا يلزم من كون الإسناد محتجا بر واته في الصحيح أن يكون الحديث الذي يُروى به صحيحا لما يطرأ عليه من العلل
اگر سند میں صحیح کے راوی سے احتجاج کیا گیا ہو تو اس کی حدیث صحیح نہیں ہو جاتی اگر اس کو معلول گردانا گیا ہو

اِحمد بن محمد بن الصدِّيق بن اِحمد کتاب المداوی لعلل الجامع الصغیر وشر حی المناوی میں کہتے ہیں
قلت: لا يلزم من كون السند رجاله رجال الصحيح أن يكون الحديث صحيحا بل قد يكون ضعيفا

ایک دوسری حدیث پر کہتے ہیں
قلت: لا يلزم من كون الرجال رجال الصحيح أن يكون الحديث صحيحًا، إذ قد يكون مع ذلك منقطعًا أو معلولًا بشذوذ واضطراب

کتاب المطَالبُ العَاليَةُ بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانِيَةِ کے محقق سعد بن ناصر بن عبد العزیز الشَّثری لکھتے ہیں
لا يلزم من كون الرجل أخرج له أصحاب الصحيح، صحة الإسناد،
ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ یہ کوئی عثمانی فکر نہیں کہ صحیحین کے راوی کی روایت ضعیف ہو سکتی ہے بلکہ اس بات کو ابن حجر نے بھی اور دیگر محققین نے بھی بیان کیا ہے